باب سوُم

نماز کی اَہمیت و فضیلت

www.MinhajBooks.com

صلوٰۃ کا معنی و مفہوم

لفظِ صلوٰۃ اسم ہے جو فعل صلّی کے مصدر کی جگہ آتا ہے۔ عربی لغت میں یہ لفظ کئی معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن محاورۂ عرب کی رو سے اصطلاح کے قریب تر معنی دعا، نماز اور تسبیح کا ہے۔(۱)

اس اعتبار سے ذاتِ باری تعالیٰ کی بارگاہِ صمدیّت میں اس کے بے پایاں جود و کرم اور فضل و رحمت کی خیرات طلب کرنے کے لئے کمالِ خشوع و خضوع کے ساتھ سراپا التجا بنے رہنے اور اس کے حقِ بندگی بجا لانے کو صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بنظرِ غائر دیکھا جائے تو کائناتِ ارضی و سماوی کی ہر مخلوق اپنے اپنے حسبِ حال بارگاہِ خداوندی میں صلوٰۃ اور تسبیح و تحمید میں مصروف نظر آتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ط کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِیْحَهٗ۔(۲)

’’کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ (سب) اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے (بھی فضاؤں میں) پر پھیلائے ہوئے (اسی کی تسبیح کرتے ہیں)، ہر ایک (اللہ کے حضور) اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے۔‘‘

لفظِ صلوٰۃ کے متعدد معانی میں سے ایک معنی کسی چیز کو آگ کی تپش میں رکھ کر سیدھا کرنا بھی ہے۔(۳)

---

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴: ۴۶۴، ۴۶۵

(۲) النور، ۲۴: ۴۱

(۳) ابن منظور، لسان العرب، ۱۴: ۴۶۸

یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کسی ٹیڑھی لکڑی کو سیدھا کرنا ہوتا ہے تو اسے آگ کے قریب لے جاتے ہیں اور وہ اس کی تپش سے نرم اور لچکدار ہو جاتی ہے جس کے بعد اسے سیدھا کرنا آسان ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان میں اس کے نفسِ امّارہ کے سبب کجی ہوتی ہے۔ اگر انسان دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور عجز و نیاز بجا لاتا رہے تو اس کے نفس کی کجی آتشِ قربِ الٰہی کی حدّت سے دور ہو جاتی ہے اور قربت بندگی کی انتہاؤں کو پہنچ کر بندے کے لئے معراج بن جاتی ہے جہاں انسان دنیا و مافیہا کو بھول کر مشاہدہ حق کی لذت سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ ایسا عبادت گزار بندہ جہنم کی آگ سے بھی محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

نماز کی معنوی حقیقت یہ تقاضا کرتی ہے کہ بندہ زبان و دل اور ہاتھ پاؤں وغیرہ سے ربِ کائنات کی گوناگوں نعمتوں کا شکریہ ادا کرے، اس کے سامنے اپنی بندگی کا اظہار کرے اور اس خدائے رحمٰن و رحیم کی یاد کو عملاً دل میں بسا لے۔ گویا حسنِ مطلق کی حمد و ثنا، اس کی یکتائی اور بڑائی کا اقرار کرنا نماز ہے۔

نماز کی فرضیت و اَہمیت

نماز دینِ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ اس کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ یہ شبِ معراج کے موقع پر فرض کی گئی۔ قرآن و سنت اور اجماع کی رو سے اس کی ادائیگی کے پانچ اوقات ہیں۔ نمازِ مغرب کے علاوہ اصلاً ہر نماز کی دو دو رکعتیں فرض تھیں بعد ازاں نمازِ فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کی تعدادِ رکعات میں اضافہ کر دیا گیا۔ سفر میں اصل کو برقرار رکھا گیا اور دو رکعتیں ہی فرض رہیں۔ نمازِ مغرب کی ابتدا سے ہی تین رکعتیں فرض ہوئیں۔ نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں اَسّی (۸۰) مقامات پر اس کا حکم وارد ہوا ہے۔

۱۔ قرآنِ حکیم میں نماز کا حکم

اسلامی نظامِ عبادات میں نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں کم و بیش سات سو مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے۔ جن میں سے اَسّی (۸۰) مقامات پر صریحًا نماز کا حکم وارد ہوا ہے۔ چند مقامات درج ذیل ہیں:

۱۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۝ (۱)

’’اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ (مل کر) رکوع کیا کرو۝‘‘

۲۔ سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ج اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۝ (۲)

’’تو نماز کو (حسبِ دستور) قائم کرو، بیشک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کے حساب سے فرض ہے۝‘‘

۳۔ سورۃ الروم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝ (۳)

’’اسی کی طرف رجوع و اِنابت کا حال رکھو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور نماز

(۱) البقرہ: ۲: ۴۳

(۲) النساء، ۴: ۱۰۳

(۳) الروم، ۳۰: ۳۱

قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤ○‘‘

۴۔ سورہ طٰہٰ میں ارشاد خداوندی ہے:

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (۱)

’’اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں اور اس پر ثابت قدم رہیں۔‘‘

۵۔ سورہ طٰہٰ میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ○ (۲)

’’اور میری یاد کی خاطر نماز قائم کیا کرو○‘‘

۶۔ اقامتِ فریضۂ صلوٰۃ اسلامی ریاست کے حکمرانوں اور صاحبان اختیار و اقتدار کی ذمہ داری اور ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ ان پر لازم ہے کہ وہ نماز کے نظام کو حکماً نافذ کریں۔ اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ○ (۳)

’’(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے○‘‘

اسلامی حکومت پر اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ جو دیگر فرائض عائد کئے گئے ہیں، ان

(۱) طٰہٰ، ۲۰: ۱۳۲

(۲) طٰہٰ، ۲۰: ۱۴

(۳) الحج، ۲۲: ۴۱

میں ایتائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی پابندی کے احکام خاص طور پر قرآن میں مذکور ہیں۔

۷۔ اللہ عزوجل نے اپنے نہایت برگزیدہ پیغمبر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهُ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ ص وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ○(۱)

’’اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے حضور مقامِ مرضیّہ پر (فائز) تھے (یعنی ان کا رب ان سے راضی تھا)○‘‘

اس آیتِ کریمہ سے ظاہر ہے کہ فریضۂ نماز کی بجا آوری کا حکم صرف لازم ہی نہیں بلکہ متعدی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کوئی شخص خود نماز پڑھ لینے کے مجرد عمل سے اس فریضے کی بجا آوری سے سبکدوش نہیں ہوجاتا بلکہ اس کے لئے لازم ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ اپنے اہل و عیال، متوسّلین اور ان سب کو جن کی پرورش اور کفالت کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے، نماز ادا کرنے کا حکم دے اور انہیں اس طرف راغب کرتا رہے۔ اس ضمن میں جملہ اہلِ ایمان کو خصوصیت کے ساتھ متنبہ فرمایا گیا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللهَ مَا اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○(۲)

’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت مزاج طاقتور فرشتے (مقرر) ہیں جو کسی بھی امر میں جس کا وہ انہیں حکم دیتا ہے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی

(۱) مریم، ۱۹: ۵۵

(۲) التحریم، ٦٦: ٦

کام انجام دیتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہےo‘‘

مذکورہ بالا قرآنی آیات سے یہ بات بغیر کسی شک وشبہ اور ابہام کے حتمی طور پر ثابت ہوگئی کہ تمام شرائع سابقہ اور شریعت محمدیہ ﷺ میں نماز کا حکم بطور جزوِ اعظم کے ہمیشہ موجود رہا ہے اور نماز کی اسی فرضیت کی بناء پر ترکِ نماز کا عمل کفر کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ اَحادیثِ نبوی ﷺ میں نماز کی تاکید

اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے شہادت توحید و رسالت کے بعد جس فریضہ کی بجا آوری کا حکم قرآن و سنت میں تاکید کے ساتھ آیا ہے وہ نماز ہی ہے۔ نماز کی اہمیت جاننے کے لیے درج ذیل احادیث مبارکہ کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے واضح ہوگا کہ اسلام میں نماز کو کیا مقام حاصل ہے؟

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بُنِیَ الإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ. عَلَی أَنْ يُعْبَدَ اللهُ وَ يُكْفَرَ بِمَا دُوْنَهُ. وَإِقَامِ الصَّلَاةِ. وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ. وَحَجِّ الْبَيْتِ. وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔(۱)

’’اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے سوا سب کی عبادت کا انکار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔‘‘

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب: بیان أرکان الإسلام ودعائمه العظام، ۱: ۴۵، رقم: ۱۶

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بُني الإسلام علی خمس، ۱: ۱۲، رقم: ۸

۲۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَمسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللهُ عزوجل، مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ، كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ، وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ۔ (۱)

”اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جس نے ان نمازوں کے لئے بہترین وضو کیا اور ان کے وقت پر ان کو ادا کیا، کاملاً ان کے رکوع کئے اور ان کے اندر خشوع سے کام لیا تو اللہ عزوجل نے اس کی بخشش کا عہد فرمایا ہے، اور جس نے یہ سب کچھ نہ کیا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی ذمہ نہیں، چاہے تو اسے بخش دے، چاہے تو اسے عذاب دے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ فَإِنْ أَتَمَّهَا وَ إِلَّا قِيلَ: انْظُرُوا هَلْ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَإِن كَانَ لَهُ تَطَوُّعٌ أُكْمِلَتِ الْفَرِيضَةُ مِنْ تَطَوُّعِهِ ثُمَّ يُفْعَلَ بِسَائِرِ الْأَعْمَالِ الْمَفْرُوضَةِ۔ (۲)

”قیامت کے دن مسلم بندے کا سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر پوری ہوئیں تو ٹھیک ورنہ کہا جائے گا: اس کے نوافل دیکھو اگر نوافل ہوئے تو ان

---

(۱) أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب في المحافظة في وقت الصلوات، ۱: ۱۷۵، رقم: ۴۲۵

(۲) ابن ماجة، السنن، كتاب إقامة الصّلاة والسنة فيها، باب: ماجاء فى أول ما يحاسب به العبد، ۲: ۲۰۲، رقم: ۱۴۲۵

سے فرض پورے کئے جائیں گے۔ اسی طرح تمام فرض اعمال میں کیا جائے گا۔‘‘

لہٰذا یہ بات ذہن نشین رہے کہ توحید و رسالت کی شہادت اور اس کی عملی تصدیق کی طرف پہلا قدم نماز ہی ہے۔ نماز کا عمل ہی بندۂ مومن کو ایمان کے اعلیٰ درجے پر فائز کرتا ہے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دیں اور نماز اور زکوٰۃ ادا نہ کریں۔ اس کے بعد میری طرف سے ان کی جانیں اور اموال محفوظ ہیں، البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے۔(۱)

۴۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہہ دے اور جو عمر میں بڑا ہو وہ تمہیں نماز پڑھائے۔‘‘(۲)

۵۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب: الأمرِ بِقتال النَّاسِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، ۱: ۵۳، رقم: ۲۲

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الزکاة، باب وجوب الزکاة، ۲: ۵۰۷، رقم: ۱۳۳۵

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب من قال لیؤذِّن في السَّفرِ مؤذّن واحد ۱: ۲۲۶، رقم: ۶۰۲

۲۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۱۵۷، رقم: ۷۲

مِفُتاحُ الجَنةِ الصَّلاة، و مفُتاحُ الصلاة الوضوء۔(۱)

’’جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی وضو ہے۔‘‘

یعنی جنت کے دروازے کا تالا نمازی کے لئے ہی کھلے گا، بے نمازی کے لئے جنت کا دروازہ نہیں کھل سکتا کیونکہ اس کے پاس نماز کی صورت میں دروازۂ جنت کھولنے والی چابی نہیں ہے۔

۶۔ حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

عَلِّمُوا الصبيَّ الصلاةَ ابْنَ سَبْعِ سنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ۔(۲)

’’بچے کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو۔‘‘

۷۔ نماز کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے وصال کے وقت امت کو جن چیزوں کی وصیت فرمائی ان میں سے سب سے زیادہ تاکید نماز کی فرمائی، بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ صحیح کے مطابق آخری الفاظ جو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر بار بار آتے تھے وہ یہی تھے:

الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ، اتَّقُوا اللهَ فِيمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔(۳)

’’نماز کو لازم پکڑو اور اپنے غلام، لونڈی کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔‘‘

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الطهارة، باب ماجاء أن مفتاح الصّلاة الطّهور، ۱: ۵۵، رقم: ۴

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصّلاة، باب ماجاء متى يؤمر الصبيّ بالصّلاة، ۱: ۴۳۲، رقم: ۴۰۷

(۳) أبوداود، السنن، كتاب الأدب، باب في حق المملوك، ۴: ۳۷۸، رقم: ۵۱۵۶

www.MinhajBooks.com

۳۔ اِقامتِ صلوٰۃ سے مراد

قرآن حکیم میں جن مقامات پر ادائیگی نماز کا حکم وارد ہوا ہے وہاں اکثر و بیشتر نماز کی تلقین وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ (اور نماز قائم کرو) کے کلمات سے کی گئی ہے۔یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے اور نماز قائم کرنے میں کون سا بنیادی فرق ہے؟ قرآن صرف نماز پڑھنے کے حکم پر کیوں اکتفا نہیں کرتا بلکہ بالتاکید نماز قائم کرنے پر اصرار کررہا ہے۔ اس کے پس پردہ کارفرما حکمت یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کا حکم ہوتا تو زندگی بھر کے لئے ایک آدھ بار نماز ادا کرلینا ہی کافی ہوتا۔لیکن قرآن حکیم میں اقامتِ صلوٰۃ کا حکم بے شمار حکمتوں کا حامل ہونے کی بناء پر متعدد مفاہیم پر دلالت کرتا ہے۔

اولاً: اقامتِ صلوٰۃ کے حکم میں مداومت پائی جاتی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ نماز اس طرح ادا کی جائے کہ اسے ترک کرنے کا تصور بھی باقی نہ رہے۔قرآن اسے محافظت علی الصلوٰۃ سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی ۚ وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ ○[1]

”سب نمازوں کی محافظت کیا کرو اور بالخصوص درمیانی نماز کی، اور اللہ کے حضور سراپا ادب و نیاز بن کر قیام کیا کرو ○“

نماز کی مداومت اور محافظت اس امر کی متقاضی ہے کہ نماز پوری زندگی کا مستقل وظیفہ اور شعارِ حیات بن جائے۔ جس طرح شبانہ روز مصروفیات میں آرام نہ کرنے اور کھانا نہ کھانے کا تصور بھی محال ہے۔ اسی طرح ترکِ نماز کا تصور بھی خارج از امکان ہو جائے۔ گویا نماز کی محافظت کا عالم یہ ہو کہ زندگی کے نازک ترین لمحات میں خطرہ جان کے پیش نظر بھی فریضہ نماز نہ چھوٹنے پائے اور دل و دماغ پر نماز کا احساس یوں غالب اور حاوی ہوجائے کہ ترک نماز میں گزرنے والا ہر لمحہ حالتِ کفر میں متصور ہو۔

(۱) البقرۃ، ۲: ۲۳۸

ثانیاً: اقامتِ صلوٰۃ کے حکم کا معنی یہ ہے کہ نماز کو تمام تر ظاہری اور باطنی آداب ملحوظ رکھتے ہوئے ادا کیا جائے یعنی اسے محض رسم نہیں بلکہ جملہ تقاضوں کو لفظاً اور معناً ملحوظ رکھتے ہوئے بطریق احسن بجا لایا جائے تاکہ اس کی روح بہر حال اس عمل کے اندر جاری و ساری رہے۔

ثالثاً: نماز قائم کرنے کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ پورے اسلامی معاشرے میں نظامِ صلوٰۃ بپا کیا جائے اور اس کے ذریعے ہر شعبے کو ایسے ہمہ گیر انقلاب سے آشنا کیا جائے کہ معاشرے کی ہمہ جہت ترقی، اصلاحِ احوال اور فلاحِ دارین کے امکانات پیدا ہوتے رہیں۔

قرآن حکیم میں اَوقاتِ نماز کا ذکر

قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر اوقات نماز کا تذکرہ ہے:

۱۔ فَسُبۡحٰنَ اللهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَ حِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ۝ (۱)

’’پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو جب تم شام کرو (یعنی مغرب اور عشاء کے وقت) اور جب تم صبح کرو (یعنی فجر کے وقت)۝‘‘

۲۔ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ۝ (۲)

’’اور ساری تعریفیں آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے ہیں اور (تم تسبیح کیا کرو) سہ پہر کو بھی (یعنی عصر کے وقت) اور جب تم دوپہر کرو (یعنی ظہر کے وقت)۝‘‘

(۱) الروم، ۳۰: ۱۷

(۲) الروم، ۳۰: ۱۸

۳۔ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ قف ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ۔ (۱)

’’اور (تیسرے) نمازِ عشاء کے بعد (جب تم خوابگاہوں میں چلے جاتے ہو)، (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے کے ہیں‘‘

نمازِ پنجگانہ کی فضیلت

نمازِ پنجگانہ مسلمانوں کے لئے ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اسلامی عبادات میں سب سے افضل عبادت نماز ہے۔ قرآن و حدیث میں نماز کے بے شمار فضائل اور فوائد بیان ہوئے ہیں۔ ان میں سے چیدہ چیدہ درج ذیل ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا۔ (۲)

’’نماز کو اس کے مقررہ وقت پر پڑھنا۔‘‘

۱۔ نمازِ فجر، ظہر و عصر کی فضیلت

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ. فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ

(۱) النور، ۲۴: ۵۸

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان کون الایمان باللہ تعالٰی أفضل الأعمال، ۱: ۸۹، رقم: ۸۵

فَيُدْرِكَهُ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔ (۱)

’’جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خلل ڈالا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔‘‘

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے:

لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ۔ (۲)

’’جس شخص نے طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے پہلے نماز پڑھی یعنی فجر اور عصر، وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائے گا۔‘‘

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (۳)

’’جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (عصر اور فجر) پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔‘‘

حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتی الصبح، ۱: ۴۵۴، رقم: ۶۵۷

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتی الصبح و العصر، ۱: ۴۴۰، رقم: ۶۳۴

(۳) مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاتی الصبح و العصر، ۱: ۴۴۰، رقم: ۶۳۵

محض میں ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں پر بھی یہ نماز پیش کی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے ضائع کر دیا لہٰذا جو اس کی حفاظت کرے گا اس کو دوگنا اجر ملے گا۔''(۱)

۲۔ نمازِ مغرب و عشاء کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن أفضل الصلاة عند الله صلاة المغرب، و من صلّى بعدها ركعتينِ بَنَى الله له بيتاً في الجنة، يغدو فيه و يروح۔(۲)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل نماز، نماز مغرب ہے اور جو اسکے بعد دو رکعت پڑھے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بنا دے گا (جس میں) وہ صبح کرے گا اور راحت پائے گا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ۔(۳)

''جس شخص نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے نصف رات قیام کیا۔''

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب مايتعلق بالقراء ات، ۱: ۵۶۸، رقم: ۸۳۰

(۲) طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۲۳۰، رقم: ۶۴۴۵

(۳) مسلم، الصحيح، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة العشاء و الصبح فی جماعة، ۱: ۴۵۴، رقم: ۶۵۶

۳۔ نماز بے راہروی سے بچاتی ہے

قرآنِ حکیم میں ان تمام عقائد و اعمال اور معاملات کا تفصیلاً ذکر ہے جن پر عمل پیرا ہوکر انسان راہِ ہدایت پر گامزن ہوسکتا ہے۔ انہی اعمالِ خیر میں سے ایک نماز بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَO (۱)

’’اللہ کی مسجدیں صرف وہی آباد کرسکتا ہے جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لایا اور اس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا (کسی سے) نہ ڈرا۔ سو امید ہے کہ یہی لوگ ہدایت پانے والوں میں ہو جائیں گے۔‘‘

۴۔ نماز گناہوں کی آلائشیں دور کرتی ہے

انسان خطا کا پتلا ہے، اس سے قدم قدم پر گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن ورحیم ہے، وہ اس کی بخشش کے راستے تلاش کرتی رہتی ہے۔ بندۂ خطا کار کی مغفرت و بخشش کے بے شمار ذرائع میں سے ایک اہم ترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز ان تمام برائیوں کے اثرات کا ازالہ کرتی ہے جو انسان سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز کو گناہوں کے میل سے صفائی اور ان کی معافی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ فرماتے سنا: ’’بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر ایک

(۱) التوبہ، ۹: ۱۸

نہر ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس (کے بدن) میں کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس میں بالکل میل نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔‘‘(۱)

۲۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: ’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن موسم خزاں میں باہر نکلے، درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درخت کی ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو اس سے پتے جھڑنے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے ابو ذر! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلا شبہ مومن جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔‘‘(۲)

۳۔ حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوا کر فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنِ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَ هَا وَخُشُوعَهَا وَ رُكُوعَهَا. إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ۔ (۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب مواقیت الصّلاۃ، باب: الصَّلَوَاتُ الخَمْسُ كَفَّارَةٌ، ۱: ۱۹۷، رقم: ۵۰۵
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب المساجد و مواضع الصّلاۃ، باب المسی إلی الصلاۃ تمحی به الخطایا وترفع به الدرجات، ۱: ۴۶۲، رقم: ۶۶۷
۳۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الأمثال، باب مثل الصلوات الخمسِ، ۴: ۵۴۸، ۵۴۹، رقم: ۲۸۶۸

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۸۰، رقم: ۲۱۸۸۹

(۳) مسلم، الصحیح، کتاب الطهارۃ، باب فضل الوضوء والصلاۃ عقبه، ۱: ۲۰۶، رقم: ۲۲۸

’’جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا، اچھی طرح وضو کیا پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گی۔‘‘

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا یا رسول اللہ! مجھ سے ایک ایسا جرم ہوگیا ہے جس پر حد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر حد جاری فرما دیں، اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب اس نے نماز پڑھ لی تو عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے حد لگنے والا کام کیا ہے۔ آپ کتاب اللہ کے مطابق حد قائم کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہوں کو (اس نماز کے صدقے) معاف کر دیا ہے۔‘‘(۱)

۵۔ نمازی کے لئے اَجرِ عظیم کا وعدہ

نمازی کے لئے آخرت میں اجرِ عظیم کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اجر کے معنی اچھی جزا کے ہیں، خواہ وہ جزا دنیوی نعمتوں کی صورت میں ہو یا آخرت میں دخولِ جنت کی صورت میں، لیکن اس اجرِ عظیم کے لئے ایمان اور عملِ صالح بنیادی شرط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب التوبة، باب قوله تعالیٰ: إِن الحسنات یذهبن السیئات، ۴: ۲۱۱۷، رقم: ۲۷۶۴

وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا۝(۱)

’’لیکن ان میں سے پختہ علم والے اور مومن لوگ اس (وحی) پر جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اس (وحی) پر جو آپ سے پہلے نازل کی گئی (برابر) ایمان لاتے ہیں، اور وہ (کتنے اچھے ہیں کہ) نماز قائم کرنے والے (ہیں) اور زکوٰۃ دینے والے (ہیں) اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے (ہیں)۔ ایسے ہی لوگوں کو ہم عنقریب بڑا اجر عطا فرمائیں گے۝‘‘

اس آیتِ کریمہ میں جن دو باتوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، ان میں پہلی بات ایمان اور دوسری نیک اعمال ہیں۔

قرآن حکیم ایک اور مقام پر نماز قائم کرنے والوں کے لئے اجرِ عظیم کا اعلان فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝۔(۲)

’’بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، اور ان پر (آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۝‘‘

موت کے بعد گنہگار مختلف سزاؤں کے ڈر اور خوف میں مبتلا ہوں گے جیسے عذابِ قبر کا ڈر، روزِ قیامت کی ہولناکیوں کا خوف، روزِ محشر حساب و کتاب میں ناکامی اور سزا ملنے پر عذاب جہنم کا خوف وغیرہ۔ اگر ان تمام مراحل میں کامیابی کی امید ہو تو ہر قسم کے خوف اور غم کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں واضح فرما دیا کہ جو

(۱) النساء، ۴: ۱۶۲

(۲) البقرۃ، ۲: ۲۷۷

صاحبانِ ایمان نیک اعمال (جن میں نماز بھی شامل ہے) پر کار بند ہوں گے وہ آخرت میں انہیں کامیاب و کامران کرے گا اور ان کو کسی قسم کا خوف لاحق نہ ہوگا۔ قرآنِ حکیم نماز قائم کرنے والوں کو جنت کی خوشخبری دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

۶۔ نمازی کے لئے جنت کے مخصوص دروازے

جب کوئی بندہ نماز میں داخل ہو کر اسے پورے تقاضوں کے ساتھ ادا کرتا ہے تو اس پر ایک حدیث کے مطابق جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان العبد اذ قام في الصلاة فتحت له الجنان و کشفت له الحجب بينه، وبين ربه و استقبلته الحور العين۔ (۱)

”جب بندہ نماز میں قیام کرتا ہے تو اس کے لیے جنتیں کھول دی جاتی ہیں اور اللہ اور اس کے درمیان پردے ہٹا دیے جاتے ہیں اور حور العین اس کا استقبال کرتی ہے۔“

مذکورہ حدیثِ مبارکہ کی شرح میں جو تفصیل بیان کی گئی اس میں درج ذیل آٹھ دروازوں کا ذکر کیا گیا ہے:

پہلا دروازہ - باب المعرفة

نماز میں داخل ہوتے ہی جب بندہ کلماتِ ثناء اپنی زبان سے ادا کرتا ہے تو اس پر پہلا دروازہ باب المعرفة کھول دیا جاتا ہے، جس سے اسے معرفتِ الٰہی کا خزانہ عطا کردیا جاتا ہے۔

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ۲: ۱۹

دوسرا دروازہ - باب الذّکر

جب بندہ زبان سے تسمیہ کے کلمات - ﴿بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ﴾ - ادا کرتا ہے تو جنت کا دوسرا دروازہ جو باب الذّکر سے موسوم ہے کھل جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ بندہ ذکرِ الٰہی کی نعمتوں کا حق دار بن جاتا ہے۔

تیسرا دروازہ - باب الشّکر

بندہ جب اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ (۱) کے کلمات پر پہنچتا ہے تو اس کا دل احساسِ تشکر و امتنان سے مغلوب ہوجاتا ہے اور وہ بارگاہِ ایزدی میں اس بات کا اعتراف و اقرار کرلیتا ہے کہ وہی ذات تمام تعریفوں کے لائق ہے، تو اس بندے پر باب الشّکر کھول دیا جاتا ہے۔

چوتھا دروازہ - باب الرّجاء

جب بندہ اَلۡحَمۡد کے بعد الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم (۲) کے کلمات زبان پر لاتا ہے تو اللہ رب العزت اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرا بندہ میری بے پایاں رحمتوں کا ذکر کررہا ہے، اس لئے اس پر باب الرجاء کھول دیا جائے۔

پانچواں دروازہ - باب الخوف

جب بندہ قلب و روح کی گہرائیوں میں ڈوب کر مَالِکِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ (۳) کے الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے تو گویا وہ خود کو ایک ملزم کی طرح سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں پیش کردیتا ہے، وہ خوفِ خدا سے لرزہ براندام ہوجاتا ہے۔ جب وہ احساسِ جرم

(۱) الفاتحة، ۱: ۱

(۲) الفاتحة، ۱: ۲

(۳) الفاتحة، ۱: ۳

سے مغلوب ہو جاتا ہے تو رحمتِ پروردگار فرشتوں کو ندا دیتی ہے کہ میرے اس بندے پر باب الخوف کھول دیا جائے تاکہ خشیتِ الٰہی کی وجہ سے وہ میری رحمتوں سے نوازا جا سکے۔

چھٹا دروازہ - باب الإخلاص

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (۱) کہہ کر جب بندہ خدا کی بندگی کا اقرار کرتے ہوئے اس سے استعانت کرتا ہے تو اس پر باب الاخلاص کھول دیا جاتا ہے، جس سے اسے خالق حقیقی کی معرفت میں اخلاص نصیب ہو جاتا ہے۔

چوتھا دروازہ - باب الدّعاء

جب بندہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (۲) پر پہنچ کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت کا خواستگار ہوتا ہے تو فرشتوں کو جنت کا ساتواں دروازہ ''باب الدعا'' کھول دینے کا حکم دے دیا جاتا ہے۔

پانچواں دروازہ - باب الاقتداء

آخر میں جب بندہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ (۳) تک پہنچتا ہے اور منعم حقیقی سے اس کے انعام یافتہ بندوں کے زمرے میں شریک ہونے کا طلب گار ہوتا ہے اور ان لوگوں سے بریت کا اظہار کرتا ہے جو ضلالت و گمراہی کی وجہ سے اس کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے، تو فرشتوں کو جنت کے آخری دروازے باب الاقتداء کو کھولنے کا حکم دے دیا جاتا ہے اور اس طرح اس کی نماز معراج کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔

---

(۱) الفاتحہ، ۱: ۴

(۲) الفاتحة، ۱: ۵

(۳) الفاتحة، ۱: ۷

نماز کے آداب

اہلِ صفا اور سالکینِ طریقت نماز ہی کے ذریعے قربِ الٰہی کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ نماز کے بغیر ان روحانی مہمات کو سر کرنا نہ صرف ناممکن ہے بلکہ اس کا تصور ہی سرے سے محال ہے۔ لہٰذا نماز کی اس اہمیت کے پیشِ نظر جس نکتہ کی خصوصیت کے ساتھ وضاحت مقصود ہے اس کا تعلق نماز کے ان آداب سے ہے جن کو بجا لانے سے نماز روحانی لذت اور معراج کے ثمرات کے حصول کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝(۱)

”بیشک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہوگیا ۝ اور وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور (کثرت و پابندی سے) نماز پڑھتا رہا ۝“

اس آیتِ مبارکہ کا مفہوم اس امر پر دلالت کر رہا ہے کہ وہ نماز جو انسان کو دنیوی واخروی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرنے کا باعث بنتی ہے اس کے لئے نفس کو تمام مذموم خواہشات، اخلاق رذائلہ اور ہر قسم کے میل کچیل سے پاک و صاف کرنا بنیادی شرط ہے اور یہی نماز کے روحانی معراج کی طرف پہلا قدم ہے۔ وہ شرائط اور آداب جن کی بجاآوری کو نماز ادا کرنے کے لئے لازمی و لابدی قرار دیا گیا ہے پانچ ہیں (ان میں سے ہر ادب گونا گوں ظاہری و باطنی پہلوؤں کو محیط ہے) اس ضمن میں اولاً ظاہری آداب پر توجہ مرکوز کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک ظواہر کے تقاضے پورے نہ کئے جائیں تب تک باطنی آداب کی بجاآوری محال ہے۔

(۱) الاعلی، ۸۷: ۱۴۔ ۱۵

ا۔ ظاہری آداب

پہلا ادب ۔ طہارت

نماز کا سب سے پہلا ادب پاکیزگی وطہارت ہے جو اس بات کا متقاضی ہے کہ حالتِ نماز میں داخل ہونے سے پہلے جسم، لباس اور جگہ اچھی طرح سے پاک و صاف ہوں، کیونکہ اس کے بغیر نماز کی ادائیگی کے شرعی تقاضے پورے نہیں کئے جاسکتے۔

دوسرا ادب ۔ جسم کا ڈھانپنا

نماز کا دوسرا ادب ستر ہے فقہی اصطلاح میں اسے ’’سترِعورت‘‘ کہا جاتا ہے۔اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ جوعضو بدن میں باعث شرم و عار ہے اسے مخلوق کی نگاہ سے چھپایا جائے، کیونکہ ستر کوملحوظ خاطر نہ رکھنے کی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔

تیسرا ادب ۔ پابندیٔ وقت

تیسرا ادب نماز کومقررہ حدود کے اندر ادا کرنا ہے۔نماز ادا کرنے کی دو حدیں ہیں ایک شروع کرنے کی ابتدائی حد اور دوسری ختم کرنے کی انتہائی حد۔ان حدود کے اندر رہ کر نماز ادا کرنا شرط ہے مثلاً ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ اگر اس سے قبل ادا کرلی تو وہ ظہر کی نماز تصور نہیں ہوگی۔

اسی طرح نمازِ ظہر کی آخری حد اس وقت تک ہے جب سایہ سوا دو ہاتھ دراز ہو جائے۔ اس کے بعد چونکہ نمازِ عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے اس لئے ظہر کی نماز ادا نہیں ہوسکتی۔ نمازِ عصر کی آخری حد غروب آفتاب سے قبل تک ہے۔ اسی طرح نمازِ مغرب غروبِ آفتاب کے بعد ہوگی۔اس کی بھی ایک آخری حد ہے جس کے گزر جانے کے بعد نمازِ عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے جوطلوع فجر سے پہلے تک رہتا ہے۔

نمازِ پنجگانہ کے اوقات کی مقررہ حدود کی پابندی ہر مسلمان پر فرض کردی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا۝ (۱)

”بیشک نماز مومنوں پر مقررہ وقت کے حساب سے فرض ہے۝“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ”ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو کون سی شے محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاۃُ لِوَقْتِھَا۔ (۲)

”وقت پر نماز ادا کرنا“

لہٰذا وہ نماز جو مقررہ اوقات کے بعد ادا کی جائے قضاء نماز تصور ہوگی۔

چوتھا ادب - اِستقبالِ قبلہ

چوتھا ادب نماز میں داخل ہونے سے پہلے اپنے چہرے اور پورے جسم کو قبلہ رُخ کرنا ہے۔ تاہم حالتِ سفر میں اگر سمتِ قبلہ کا تعین کرنا ممکن نہ ہو تو انسان کو مجبوری کی بنا پر اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں کسی بھی سمت رخ کرکے کھڑے ہونے سے نماز ادا ہو جائے گی۔ بصورت دیگر معمول کے حالات میں استقبالِ قبلہ کو ملحوظ رکھنا لازمی ہے کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

پانچواں ادب - نیّت

پانچواں ادب زبان یا دل سے نماز کی نیّت ہے۔ نیّت دل کے ارادے کا نام

(۱) النساء، ۴: ۱۰۳

(۲) بیہقي، شعب الإیمان، ۳: ۳۹، رقم: ۲۸۰۷

ہے۔اس کو بصورتِ الفاظ زبان سے ادا کرنا لازم نہیں بلکہ مستحب ہے۔

مذکورہ بالا پانچ ظاہری آداب کی پابندی شرعی تقاضا ہے اور اس کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی۔ اب ہم نماز کے باطنی آداب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۲۔ نماز کے باطنی آداب

نماز کے ظاہری آداب کی تکمیل کے بعد باطنی آداب کا بجا لانا لازمی اور ضروری ہے۔ باطنی آداب کی کما حقہ بجا آوری سے ہی نماز روحانی اعتبار سے بالیدگی اور تقویت پاتی ہے۔ وہ نماز جو باطنی احوال میں کسی قسم کا انقلاب اور تغیر پیدا نہ کر سکے بے روح رہتی ہے۔ حقیقی نماز وہی ہے جو فواحش و منکرات کا سد باب اور تمام نفسانی برائیوں کا خاتمہ کر سکے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ۔ (۱)

’’بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔‘‘

یہ بات غور طلب اور لمحۂ فکر یہ ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہماری نماز سے مطلوبہ نتائج پیدا نہیں ہو رہے اور اس کے اثرات عملی طور پر ہماری زندگی پر مرتب ہوتے نظر نہیں آتے باوجود اس کے کہ ہم پنجگانہ نماز بھی باہتمام ادا کرتے ہیں لیکن برائی اور فحاشی کا ایک سیلاب ہمیں چاروں طرف سے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ اس ناگفتہ بہ صورتِ حال کا سبب یہ ہے کہ ہم نماز کے باطنی آداب پورے کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ ذیل میں ہم قدرے تفصیل کے ساتھ ان آداب کا جائزہ لیں گے۔

۱۔ تکبیر تحریمہ - غیر اللہ سے بیزاری کا اِعلان

تکبیر تحریمہ نماز میں داخل ہونے کا دروازہ ہے اس کے باطنی ادب کو سمجھنے کے

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۴۵

لئے ان حکمتوں کو جان لینا ضروری ہے۔ جو داخلِ نماز ہونے کے لئے ہاتھ اٹھانے کے عمل میں کارفرما ہیں ورنہ بغیر ہاتھ اٹھائے بھی محض اللہ اکبر کہہ کر نماز کا آغاز کیا جاسکتا تھا۔ ہم اپنے رب کے حضور ہاتھ اٹھا کر گویا اللہ کے حکم کے آگے دنیا کی ہر شے کی محبت، رغبت اور خیال سے بریت و بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ اس امر کا اعلان ہے کہ ہمارے دل کے کسی گوشہ میں سوائے یادِ الٰہی کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ پس تکبیرِ تحریمہ کا باطنی ادب اس بات کا متقاضی ہے کہ بندہ مادی چیزوں کی کشش و رعنائی اور چکا چوند سے اپنا دھیان ہٹالے اور جھوٹی آرزوؤں، تمناؤں کے سراب سے باہر نکل کر اپنا قلبی تعلق محبوبِ حقیقی کی ذات سے اس حد تک استوار کرے کہ دنیا کی محبت اور لذت کی کوئی رمق بھی اس کے دل میں باقی نہ رہے۔ اس باطنی ادب کا حق اس وقت تک ادا نہ ہوگا جب تک قرآن حکیم کے اس ارشاد کے مطابق بندے کی طبیعت کا میلان ما سوا سے کٹ کر سراسر باری تعالیٰ کی طرف نہ ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا٥(۱)

”اور آپ اپنے رب کے نام کا ذِکر کرتے رہیں اور (اپنے قلب و باطن میں) ہر ایک سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہیں٥“

اس آیت کریمہ میں اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ اللہ رب العزت کا ذکر اس قدر کثرت وتواتر کے ساتھ کیا جائے کہ وہ وظیفۂ حیات بن جائے اور تھکن، درماندگی اور بیزاری کے آثار ایک لمحہ کے لئے بھی طبیعت میں پیدا نہ ہوں بلکہ مولا کی یاد بندے کے دل میں اس حد تک جاگزیں ہو جائے کہ پھر کبھی بھولے سے بھی غیر اللہ کا خیال اس میں نہ آسکے۔

دنیا کی تمام محبتوں، رغبتوں اور مکروہات سے کنارہ کشی کر کے اللہ کی عظمت و کبریائی اور حاکمیت اعلیٰ کا برملا اعتراف اور اقرار کرنا تکبیر تحریمہ کا دوسرا باطنی ادب ہے

(۱) المزّمّل، ۷۳:۸

جس کا لازمی تقاضا ہے کہ ذات کبریا کی عظمت اور بڑائی کے زبانی اقرار کے بعد بندے کے دل سے غیر اللہ کا خوف کلیتًا نکل جائے اور وہ اس کی تصدیق اپنے عمل سے اس طرح کرے کہ ذاتِ خداوندی کی کبریائی پر ایمان لانے کے بعد کسی اور کی بڑائی، بزرگی یا عظمت کا ذرہ بھر تصور اس کے وہم و گمان میں نہ رہے۔ جب تک بندہ اس بات کو دل و جان سے تسلیم نہیں کرے گا کہ سب عظمتوں اور کبریائیوں کی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے اور اس کے مقابلے میں باقی ہر چیز ہیچ، ادنیٰ اور مہمل (فضول، بے معنی) ہے تب تک اس کا دل غیر اللہ کے خوف کی آماجگاہ بنا رہے گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو منصبِ نبوت پر فائز فرمانے کے ساتھ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اپنی پیغمبرانہ جدوجہد کے آغاز ہی میں بنی نوع انسان کو غیر اللہ کے خوف سے نجات دلانے اور ان کے دل میں خوفِ الٰہی جاگزیں کرانے کا حکم دیا۔ ارشاد ہوا:

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُo قُمْ فَاَنْذِرْo[1]

''اے چادر اوڑھنے والے (حبیب!)o اُٹھیں اور (لوگوں کو اللہ کا) ڈر سنائیںo''

تکبیر تحریمہ کا باطنی ادب اس بات کا متقاضی ہے کہ بندہ اپنے رب کی کبریائی کے تصور میں ڈوب کر نماز میں داخل ہو۔ چنانچہ بعض اہل اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ اکبر کہتے ہی اپنی آنکھوں سے اللہ کی کبریائی کا نظارہ کر لیتے ہیں۔

حضرت شیخ ذوالنّون مصری علیہ الرحمۃ کا واقعہ

کسی نے حضرت شیخ ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ سے نماز کی امامت کے لئے کہا انہوں نے بہت پس و پیش کیا لیکن جب لوگوں کا اصرار بڑھ گیا تو مصلّے پر کھڑے ہوگئے۔ ابھی تکبیر تحریمہ کے لئے اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ غش کھا کر گر پڑے اور کافی دیر تک

(۱) المدثر، ۷۴: ۱، ۲

اس حال میں پڑے رہے گویا اللہ کی کبریائی کا زبان سے اقرار کرنے کی دیر تھی کہ شیخ نے الوہی عظمت و جبروت کا نظارہ بچشم سر کر لیا اور خرمن ہوش جل کر رہ گیا۔[۱]

صد افسوس کہ ہماری قلبی و ایمانی حالت اس قدر بگاڑ کا شکار ہو چکی ہے کہ ہماری نمازیں نتیجہ خیزی کے اعتبار سے احوال حیات میں کوئی انقلاب بپا نہیں کرتیں، فی الحقیقت ایک سجدہ بھی اگر صحیح ادا ہو جائے تو وہ پوری زندگی کے احوال کو بدل سکتا ہے۔

۲۔ قیام - مجاہدہ

قیام کے لغوی معنی کھڑے ہونے کے ہیں اور یہ نماز کا دوسرا (فرض) رکن ہے۔ حالتِ قیام میں بندہ سر جھکائے ہوئے اپنے رب کے حضور دست بستہ کھڑا ہوتا ہے۔ قیام کا باطنی ادب مجاہدہ ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں یوں ارشاد فرمایا:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَo[۲]

''اور اللہ کے حضور سراپا ادب و نیاز بن کر قیام کیا کروo''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا اشارہ اپنے ان بندوں کی طرف ہے جو اس کے حضور سراپا عجز و نیاز اور پیکر ادب بن کر اس غلام کی طرح کھڑے ہوتے ہیں جو اپنے آقا کے رو برو فرط ادب و نیاز سے اپنی نگاہیں اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ قیام کا باطنی ادب یہ ہے کہ ہاتھ باندھتے ہی بندہ اس تصور میں کھو جائے کہ وہ بہت بڑے دربار میں حاضر ہے جہاں بڑے بڑے صاحب جبروت بادشاہ بھی سائل کی طرح کھڑے پیکر عجز و نیاز بنے رہتے ہیں۔ اس کیفیت میں سرشاری کی دولت خال خال خوش بختوں کو نصیب ہوتی ہے اور اس سے محرومی کو سوائے بدنصیبی کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ قیام کے باطنی ادب کا

(۱) سہروردی، عوارف المعارف: ۴۷۴

(۲) البقرة، ۲: ۲۳۸

تقاضا ہے کہ غلامی اور اطاعت صرف ایک ہی ذات کی ہونی چاہیئے۔ جب بندہ ایک عظیم و برتر شہنشاہ اور کائنات کے خالق و مالک کا تصور اپنے اوپر حاوی کر لیتا ہے تو اس کے دل میں رقت اور سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے اور آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں، خودسپردگی کی کیفیت دل میں گھر کر لیتی ہے، دنیا کے ہر خوف کا کانٹا اس کے دل سے نکل جاتا ہے اور دھیان میں باری تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے سوا اور کسی کے تصور کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

۳۔ قراءت - دوامِ ذکر کا ذریعہ

نماز کا تیسرا رکن قراءت ہے جس کے بارے میں قرآن حکیم میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔(۱)

''پس جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو۔''

دورانِ نماز قرأت میں آسانی کو ملحوظ رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یعنی صرف اس قدر قرآن پڑھا جائے جو طبیعت پر بوجھ اور گرانی کا باعث نہ بنے۔ یہ خدا کا اپنے بندوں پر بڑا احسان، شفقت اور مہربانی ہے کہ اس نے اتنا قرآن پڑھنے کی اجازت دی ہے جتنا آسانی سے یاد ہو سکے۔ قرآن کلامِ ربی ہے اور اس کا پڑھنا گویا اللہ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرنا ہے جو بڑی فضیلت کی بات ہے۔ اس میں ایسے ایسے مقامات آتے ہیں کہ کہیں بندہ اپنے مولا سے کچھ طلب کر رہا ہوتا ہے تو کہیں التجا اور دعا و مناجات میں محو اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اس کی حمد و ثنا بیان کر رہا ہوتا ہے۔ اسلوب اور انداز کلام بدلتا رہتا ہے نجات، فوز و فلاح اور جنت کی بشارتوں کا ذکر آتے ہی دل میں غنچہ امید کھل اٹھتا ہے، عذاب نار، عقوبت سقر (جہنم کی سزا) اور ہاویہ (دوزخ کا سب سے نیچے کا طبقہ) کا بیان خشیتِ الٰہی سے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ دراصل قرآن سارے کا سارا

(۱) المزمل، ۷۳: ۲۰

ذکرِ الٰہی ہے جس سے دلوں کا حزن و ملال راحت و اطمینان میں بدل جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○ (۱)

’’جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے○‘‘

قرأت کا باطنی ادب دوامِ ذکر ہے جس کا اثر یہ ہونا چاہئے کہ قرآن پڑھتے ہوئے بندہ اس کی گہرائیوں میں ڈوب کر اپنے اوپر ایسی کیفیت طاری کرے کہ جیسے وہ خدا سے ہم کلام ہو رہا ہے۔ بندے کے دل و دماغ میں یہ تصور جاگزیں ہو کہ وہ ذاتِ کبریا کی بارگاہ میں حاضر ہے اور اس کی زبان سے نکلا ہوا قرآن کا ایک ایک لفظ لوحِ دل پر ثبت ہو رہا ہے۔ جسے قرأت کے باطنی ادب کی شناسائی نصیب ہو جاتی ہے اسے محبوب حقیقی کے کلام میں وہ قرار ملتا ہے کہ دنیا کا ہر کلام اس کے مقابلے میں ہیچ اور بے مایہ نظر آتا ہے۔ اس کی طبیعت کو کسی اور ذکر سے لطف نصیب ہی نہیں ہوتا وہ بے نصیب جو لذتِ قرأت کی دولت سے محروم ہیں انہوں نے گویا قرآن کو سمجھا ہی نہیں۔ پس قرأت کا باطنی ادب ذکرِ دوام سے محبوب کی یاد کو دل میں تازہ اور اس تصور کو پختہ کرنا وہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ زندگی کا کوئی لمحہ بھی اس کی یاد سے خالی بسر نہ ہو۔

۴۔ رکوع - اِظہارِ عجز و انکساری

رکوع کا معنی ’’جھکنا‘‘ ہے جو حالت عجز و انکساری کا آئینہ دار ہے۔ رکوع میں بندہ اپنی زبان سے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہہ کر اس کی عظمت کے مقابلے میں خود کو نہایت عاجز، بے کس اور ادنی تصور کرتا ہے، رکوع کا باطنی ادب انسان میں یہ احساس جاگزیں کرنا چاہتا ہے کہ وہ خلقت کے اعتبار سے تواضع و انکسار اور عاجزی و فروتنی کا مرقع ہے اسے قطعاً زیب نہیں دیتا کہ وہ تکبر، غرور، رعونت اور برتری کا مظاہرہ کرتے ہوئے

(۱) الرعد، ۱۳: ۲۸

دوسروں کو ہیچ و کم تر سمجھے۔ اگر کوئی نمازی اس روش سے باز نہیں آتا تو گویا وہ اپنے عمل سے رکوع کے اس باطنی ادب کی نفی کر رہا ہے، جو انسان کو سرتا پا متواضع و منکسر المزاج دیکھنا چاہتا ہے۔ رکوع کا باطنی ادب ہر ایک کے لئے یہ امر لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ عزم صمیم کے ساتھ اس بات کا عہد کرے کہ زندگی بھر تکبر، جھوٹے فخر و غرور کے بت کے آگے اپنی جبین نیاز خم نہیں کرے گا اور تواضع و انکسار کو اپنا مستقل وتیرہ اور شعار بنا رہے گا۔

۵۔ سجدہ - غایت درجہ عجز و اِنکساری

رکوع کے بعد قومہ سے فارغ ہوتے ہی نماز کا اگلا رکن سجدہ ہے جس میں بندہ اپنے جسم کے آٹھ اعضا زمین کو اس طرح چھونے لگتے ہیں کہ اس حالت میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ پھیلاتے ہوئے اپنی ناک اور پیشانی زمین پر ٹکا دیتا ہے۔ حالتِ سجدہ انسان کی غایت درجہ عاجزی، تذلّل، تضرّع اور کمال خشوع و خضوع کی آئینہ دار ہے جس میں وہ اپنے رب سے سبحان ربّی الأعلی کہہ کر ہم کلام ہوتا ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ کے روبرو اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ مولا تو ہر نقص، عیب اور خامی سے پاک ہے۔ اس حالت میں وہ اپنے مولا سے براہِ راست اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے اور اسے وہ کیفیت نصیب ہو جاتی ہے جسے معرفت نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ حقیقت انسان پر صرف اس وقت منکشف ہوتی ہے جب وہ خدا کو خالق و مالک، یگانہ، ہر چیز پر غالب اور قابض و محیط تسلیم کر لے۔ سجدہ انسان کو معرفت نفس عطا کرتا ہے جس سے اسے بارگاہ ایزدی میں انتہائی قرب نصیب ہوتا ہے۔ سجدہ سے بندہ کس طرح اللہ کا قرب حاصل کرے اس کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وَاسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ۝ السجدۃ(۱)

”(اے حبیبِ مکرّم!) آپ سربسجود رہیے اور (ہم سے مزید) قریب ہوتے جائیے۝“

(۱) العلق، ۹۶: ۱۹

سجود کا اثر اور ثمر یہ ہونا چاہئے کہ انسان کو اس سے معرفت نفس نصیب ہو اور اسے اللہ کی جلالت و بزرگی کے سامنے اپنی ہستی کا اندازہ ہوجائے کہ وہ اس کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ سجدہ وہی مقبول ہے جو نفس کے اندر چھپے ہوئے کبر و نخوت اور ''اَنا'' کے بت کو توڑ دے اور انسان اپنے جھوٹے وقار اور عزت و تمکنت کے تفاخر سے نجات پالے۔ میل ملاپ اور رہن سہن میں عجز و انکساری کا پیدا ہو جانا بھی سجدے کے فلسفۂ بندگی کا عکس ہے۔ سجدے میں انسان کو جب یہ احساس ہوجائے کہ وہ اصل میں خاک ہے اور خاک سے وجود میں آیا ہے اور اس کا انجام بھی اسی میں ہونا ہے تو لامحالہ اس کی بندگی میں چاشنی حلاوت اور لگن پیدا ہوگی اور بالآخر اس کا ادا کیا ہوا سجدہ بقول علامہ اقبالؒ اسے مقبولِ بارگاہِ ایزدی بنا دے گا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۶۔ قعدہ اخیرہ۔ خودسپردگی

نماز کا چھٹا رکن قعدہ اخیرہ ہے تکبیر تحریمہ سے لے کر سجدہ کی تک سارے عمل میں انسان نماز کے ذریعے اپنا روحانی سفر طے کرتا ہے۔ قعدہ اخیرہ سے قبل تکبیر، قیام، قرأت، رکوع اور سجود میں اس پر اللہ کی بے شمار رحمتوں اور نعمتوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ اب وہ قعدے میں اپنے دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھ کر حالتِ تشہد میں بیٹھ کر حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام پڑھتا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور السّلام علی اللہ، السّلام علی فلان کہتے، ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالٰی بذات خود ''سلام'' ہے جب تم سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ،

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔(۱)

’’تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔‘‘

اس طرح نمازی جب صدق دل سے سب کچھ اللہ کے سپرد کر دیتا ہے تو اس پر عالمِ ملکوت کے بعد عالم لاہوت کے پردے اٹھتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے کہ جس کی خاطر تو نے قیام، رکوع، سجود اور قرأت غرض یہ کہ اپنی عقیدتوں اور نیاز مندیوں کا جو نذرانہ بھی نماز کی حالت میں پیش کیا، اس رب کی بارگاہ نیاز کی طرف نگاہ اٹھا۔ وہ اسی حالت میں جب اپنی باطنی نظر سے حریم بارگاہ الٰہی کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے تو اسے وہاں حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی نظر آتی ہے اس طرح قعدہ اخیرہ میں بندے کو یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ تجھے جو کچھ عطا ہوا وہ اسی ہستی کے طفیل عطا کیا گیا ہے۔

جب بندے کو یہ احساس ہو جاتا ہے کہ کائنات میں سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے احسانات و عنایات کی صورت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے تصدق سے نصیب ہو رہا ہے تو وہ اپنے آقا و مولا کا تصور کرکے عرض کرتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ۔(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب صفة الصّلاة، باب التشهّد في الآخرة، ۱: ۲۸۶، رقم: ۷۹۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الصّلاة، باب التشهّد فی الصّلاة، ۱: ۳۰۱، ۳۰۲، رقم: ۴۰۲

(۲) بخاری، الصحيح، کتاب صفة الصلاة، باب التشهد في الآخرة، ۱: ۲۸۶، رقم: ۷۹۷

’’یا رسول اللہ! آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو۔‘‘

اس لحاظ سے تشہد اور قعدہ اخیرہ کا باطنی ادب نمازی کو یہ باور کرانا ہے کہ بارگاہِ خداوندی سے مجھے جو کچھ نصیب ہوتا ہے وہ میرے آقا حضور نبی اکرم ﷺ کے ذریعے سے ہے۔ یہ سب عطائیں اللہ جل مجدہ کی ہیں جبکہ تقسیم اس کے حبیب مکرم ﷺ کے ذریعے ہو رہی ہیں، پس جب انسان پر تشہد کی حالت میں یہ حقیقت کھلتی ہے تو وہ شکرانے کے طور پر حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں زبانِ حال سے اپنے سلام کا تحفہ پیش کرتا ہے۔

سلام گزار بندے کو چاہیے کہ وہ دل میں یہ یقین رکھے کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور وہ اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ کوئی مسلمان بھی شرق سے لے کر غرب تک جب بھی مجھ پر سلام پڑھتا ہے میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ یہ سلسلہ ہر دور میں جاری و ساری رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔(۱)

’’کوئی مسلمان ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح میری طرف واپس لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں۔‘‘

جس طرح ہر آنکھ جمالِ محمدی ﷺ کے دیدار کی اہل نہیں اسی طرح ہر کان حضور نبی اکرم ﷺ کے اس جواب کے سننے کا اہل نہیں، حضور نبی اکرم ﷺ سب کو برابر

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲: ۱۷۵، رقم: ۲۰۴۱

۲۔ بيهقي، شعب الإيمان، ۲: ۲۱۷، رقم: ۱۵۸۱۔

جواب دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کی چادرِ رحمت تا قیامت سارے جہاں پر محیط ہے۔ لیکن ہر کسی کو سماعت و بصارت کی توفیق اس وقت تک نصیب نہیں ہوتی جب تک وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے عشق و محبت میں اپنے آپ کو فنا نہ کرلے جب وہ آپ ﷺ کی محبت و اطاعت میں مست و بے خود ہوگا تو اسے یہ باطنی شعور اور روحانی قوت نصیب ہوجائے گی جو براہِ راست حضور نبی اکرم ﷺ کے جلووں کا نظارہ کر سکے ورنہ جس طرح کان کے سوا جسم کے دوسرے اعضاء زبان سے کہی ہوئی بات سمجھنے اور سننے سے قاصر ہیں ہماری طرح کے عام انسان بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔

بعض خوش نصیب ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں ہر سلام پر حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے جواب ملتا ہے اور وہ اسے سنتے بھی ہیں اسی طرح تشہد میں اللہ والوں کے سلام کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ اس وقت تک نماز سے فارغ نہیں ہوتے جب تک حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے سلام کا جواب اپنے کانوں سے نہ سن لیں۔

بلا شبہ حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے جواب ہر کسی کو اس کے حال کے مطابق ملتا ہے، کسی کو اس کی خبر ہوتی ہے کسی کو نہیں، کوئی سنتا ہے اور کوئی چشمِ سر مشاہدہ بھی کر لیتا ہے۔ بس ہم ہی کوتاہ نظر اور نابینا ہیں کہ محبوب کے جلوے ہمہ وقت موجود ہونے کے باوجود ان کا ادراک نہیں کر پاتے۔ کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گوش و چشم کو بھی اس نعمتِ عظمیٰ کا اہل بنادے۔

قعدہ اخیرہ اور درود وسلام

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قعدہ اخیرہ میں خروج عن الصلوٰۃ سے پہلے ہم درود و سلام کیوں پڑھتے ہیں جبکہ سلام اس سے قبل پیش کر چکے ہیں؟ اس کا جواب ہے کہ جب ہم تشہد میں اپنی ساری عبادتیں اللہ کے حضور بطور نذرانہ پیش کر چکتے ہیں اور اللہ کے فضل

وکرم اور عنایت خاص سے اس کے حبیب ﷺ کے طفیل اپنا حصہ لیتے ہیں تو یہ تصور کرکے کہ ہمیں بارگاہِ خداوندی سے یہ سب مہربانیاں اور بخششیں، عنایتیں حضور نبی اکرم ﷺ کے تصدق سے عطا ہوئی ہیں، ہم حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام کا ہدیہ پیش کرتے ہوئے آپ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں اظہار تشکر کرتے ہیں۔

۷۔ خروج عن الصّلوٰۃ

نماز کا ساتواں رکن خروج عن الصلوٰۃ یعنی نماز سے باہر آنا ہے۔ نماز کے پچھلے چھ ارکان کے ذریعے جب انسان اللہ کی رحمت سے سب مرحلے طے کرتا چلا جاتا ہے اور قعدہ اخیرہ میں ہدیہ درود وسلام بھی پیش کرتا ہے تو حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے تعلیم دی جاتی ہے کہ اے میرے امتی تو نے یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے کیا، مجھ پر اور میری آل پر صلوٰۃ و سلام بھی بھیجا۔ اب اس نعمت کے حصول پر رحمت و برکت کی دعا میں دوسروں کو بھی شریک کرلے کہ اگر میری ساری امت شامل نہ ہوئی تو مجھے خوشی نہیں ہوگی۔

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں دعا مانگ رہا تھا اللّٰھمّ ارحمنی ''اے اللہ مجھ پر رحم فرما'' حضور نبی اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میرے دعائیہ کلمات سماعت فرما کر مجھے قریب آکر تھپکی دی۔ اور فرمایا ''اے علی! اللہ کی رحمت کو تنگ کیوں کرتے ہو؟ یوں کیوں نہیں کہتے: اے اللہ! حضور نبی اکرم ﷺ کی ساری امت پر رحم فرما، اس لئے کہ سب کے لئے دعا مانگنے میں اپنی ذات تو خود بخود آجاتی ہے۔ مزید فرمایا:

مَا بَیْنَ الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔[1]

''بے شک دعا کو سب کے لئے عام کرنے اور اپنے لئے خاص کرنے میں اتنا

(۱) ۱۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۳۰، رقم: ۵۱۳۴
۲۔ أبو داود، کتاب المراسیل، ۱: ۱۱۵

فرق ہے جتنا آسمان اور زمین کی وسعتوں میں۔‘‘

درود کے بعد امت مصطفوی ﷺ کے لئے بالعموم اور اپنے خویش و اقارب کے لئے بالخصوص دعا کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور اللہ کی اس نعمت کے حصول پر اظہار شکر خاتمہ نماز پر یوں ادا کیا جائے کہ نمازی اپنے دائیں بائیں ’’**السّلام علیکم ورحمۃ اللہ**‘‘ کہتا ہے۔ ایک طرف کہنے سے دائیں طرف کی ساری امت اور دوسری طرف کہنے سے بائیں طرف کی ساری امت اس دعا میں شامل ہوجاتی ہے۔

خروج عَنِ الصَّلٰوۃ میں سلام کا ادب

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد سلام کے دو آداب معلوم ہوئے ایک یہ کہ اس سلامتی کی دعا میں حضور نبی اکرم ﷺ کی پوری امت شامل کرلی جائے اور جب تک ایسا نہیں ہوگا عبادت اپنے کمال کونہیں پہنچے گی۔

دوسرا ادب یہ ہے کہ بندہ جب تک دوسروں کے لئے سراسر پیکرِ رحمت نہ بن جائے اس وقت تک اس کی بندگی کمال کا درجہ حاصل نہیں کرسکتی۔ بندے کا تو کام ہی دوسروں کی بھلائی چاہنا ہے لہٰذا دوسروں کے لئے برا چاہنا، ان کو اذیت دینا، تکلیف پہنچانا یا کسی کی مجبوری سے بے جا فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی کو پریشان کرنا کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہونا چاہیے۔

لمحۂ فکریہ

اس ساری بحث سے پتا چلا کہ نماز سے خارج ہونے کا سبق بندے کے لئے یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہوکر جب وہ عملی زندگی کی طرف پلٹ کر آئے تو خود اپنے آپ سے مکالمہ کرے کہ ابھی تُو اللہ کے گھر میں بیٹھ کر پوری امت کے لئے رحمت مانگ کر آیا ہے اور اگر تو اس کے بعد بھی کلمہ گو مسلمان بھائی کو اپنے عمل سے تکلیف، دھوکا یا فریب دے گا تو قول و فعل کے تضاد کے باعث تیری وہ نماز تیرے منہ پر ماردی جائے گی جس

کا اختتام تو نے السّلامُ علیکم ورحمۃُ اللہ کے ذریعے جمیع امت کے لئے سلامتی کی دعاؤں پر کیا کیونکہ اس طرح تو اپنی زبان سے دعا اور عمل سے تکلیف کا موجب بن رہا ہے۔ قول وعمل میں اس قدر تضاد ساری عبادات قیام، رکوع، سجود وغیرہ کے اثرات کو ختم کر دیتا ہے۔ ایسی نمازیں منکرات سے ہمیں کس طرح بچائیں گی اور ہمارے قلب و باطن کس طرح انقلاب آشنا ہوسکیں گے اور ہم اپنے معاشرے میں کیونکر تبدیلی پیدا کرسکیں گے؟

اگر ہم نماز کے مندرجہ بالا باطنی آداب سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنی نمازوں کو ان کے مطابق ادا کریں تو ان آداب کی بجا آوری ہماری زندگی کے جملہ امور کو اپنے دائرہ کار میں لا کر ان کی سمت درست کر دے گی۔

نماز میں خشوع وخضوع

ہر شے کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک باطنی حقیقت، نماز بھی ایک ظاہری صورت رکھتی ہے اور ایک باطنی حقیقت۔ نماز کی اس باطنی حقیقت کا نام قرآن و سنت کی زبان میں ''خشوع وخضوع'' ہے۔

ا۔ خشوع کا لغوی معنی

لفظ خشوع کے معانی اطاعت کرنا، جھکنا اور عجز وانکسار کا اظہار کرنا ہیں۔ اس کیفیت کا تعلق دل اور جسم دونوں سے ہوتا ہے۔ دل کا خشوع یہ ہے کہ بندے کا دل رب ذوالجلال کی عظمت و کبریائی اور اس کی ہیبت وجلال سے مغلوب ہو اور اپنے منعمِ حقیقی کی بے پایاں بخششوں اور احسانات کے شکریہ میں مصروف ہونے کے ساتھ عجز و انکساری اور بے چارگی کا اعتراف بھی کرے۔ جسم کا خشوع یہ ہے کہ اس مقدس بارگاہ میں کھڑے ہوتے ہی سر جھک جائے، نگاہ نیچی ہو جائے، آواز پست ہو، جسم پر کپکپی اور لرزہ طاری ہو اور ان تمام آثارِ بندگی کو اپنے جسم پر طاری کرنے کے بعد اپنی حرکات وسکنات میں ادب واحترام کا پیکر بن جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔[۱]

’’جس سے اُن لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔‘‘

نماز میں خشوع سے مراد وہ کیفیت ہے کہ دل خوف اور شوق الٰہی میں تڑپ رہا ہو اس میں ماسواللہ کی یاد کے کچھ باقی نہ رہے، اعضا و جوارح پر سکون ہوں، پوری نماز میں جسم کعبہ کی طرف اور دل رب کعبہ کی طرف متوجہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ’’درمیانے انداز کی دو رکعتیں جن میں غور و فکر کا غلبہ ہو پوری رات یوں ہی کھڑا رہنے سے بہتر ہیں کہ دل سیاہ ہو۔‘‘[۲]

۲۔ خشوع نماز کا مغز ہے

مومن کا شعار صرف نمازی ہونا ہی نہیں بلکہ نماز میں خشوع اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ خشوع نماز کا مغز ہے اور اس کے بغیر اقامتِ صلوٰۃ کا تصور بھی ممکن نہیں۔ اور اگر نماز میں آداب کی رعایت اور لحاظ نہ ہو تو پھر مثال یوں ہوگی جیسے کسی کی آنکھیں تو ہوں لیکن بصارت نہ ہو، کان تو ہوں مگر سماعت نہ ہو لہٰذا نماز کی روح یہ ہے کہ ابتدا سے آخر تک خشوع کا غلبہ ہو اور حضورِ قلب قائم رہے کیونکہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و ہیبت کی کیفیات کو اپنے اوپر طاری رکھنا ہی نماز کا اصل مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ۝[۳]

’’اور میری یاد کی خاطر نماز قائم کیا کرو۝‘‘

(۱) الزمر، ۳۹: ۲۳

(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۱۵۱

(۳) طه، ۲۰: ۱۴

اس آیۂ کریمہ کی رو سے جو شخص پوری نماز میں یاد الٰہی سے غافل رہا وہ کیسے ذکرِ خداوندی کے لئے نماز کو قائم کرنے والا ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَo(۱)

’’اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی و زاری اور خوف و خستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی، صبح و شام (یادِ حق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہوجاؤo‘‘

۳۔ نماز میں خشوع کے عملی نمونے

حضرت عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیتِ نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَتيتُ رَسُولَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهو يُصَلِّي وَلِجَوفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكاءِ۔(۲)

’’آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ انور سے رونے کی آوازیں اس طرح آرہی تھیں جیسے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز آتی ہے۔‘‘

امام غزالی علیہ الرحمۃ ’’إحياء علوم الدّين‘‘ میں چند صلحائے امت کے نماز میں خشوع وخضوع کے بارے درج ذیل اقوال نقل کرتے ہیں:

۱۔ حضرت علی بن حسین علیہ الرحمۃ کے بارے میں مذکور ہے کہ جب آپ وضو کرتے تو آپ کا رنگ زرد ہوجاتا۔ گھر والے پوچھتے آپ کو وضو کے وقت یہ کیا ہوجاتا

(۱) الأعراف، ۷: ۲۰۵

(۲) ترمذی، الشمائل المحمدية: ۵۲۷، رقم: ۳۲۲

ہے؟ وہ فرماتے: ’’کیا تمہیں معلوم ہے میں کس کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں؟‘‘

۲۔ حضرت حاتم علیہ الرحمۃ کے بارے میں منقول ہے کہ جب ان کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ’’جب نماز کا وقت ہوجاتا ہے تو میں مکمل وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ آجاتا ہوں، جہاں نماز پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے وہاں بیٹھ جاتا ہوں یہاں تک کہ میرے اعضاء مطمئن ہوجاتے ہیں، پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں کعبہ کو ابرو کے سامنے، پل صراط کو قدموں کے نیچے، جنت کو دائیں اور جہنم کو بائیں طرف، موت کے فرشتے کو پیچھے خیال کرتا ہوں اور اس نماز کو اپنی آخری نماز سمجھتا ہوں، پھر امید و خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کھڑا ہوکر حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان کرتا ہوں، قرآن حکیم ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا ہوں، رکوع تواضع کے ساتھ اور سجدہ خشوع کے ساتھ کرتا ہوں، بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھتا ہوں، دائیں پاؤں کو انگوٹھے پر کھڑا کرتا ہوں، اس کے بعد اخلاص سے کام لیتا ہوں پھر بھی مجھے معلوم نہیں کہ میری نماز قبول ہوئی یا نہیں۔‘‘

۳۔ حضرت مسلم بن یسار علیہ الرحمۃ کے بارے میں منقول ہے کہ ’’جب وہ نماز کا ارادہ فرماتے تو اپنے گھر والوں سے فرماتے، گفتگو کرو میں تمہاری باتیں نہیں سنتا انہی کے بارے میں مروی ہے کہ ایک دن بصرہ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک کونہ گر گیا لوگ وہاں جمع ہوگئے لیکن آپ کو نماز سے فارغ ہونے تک پتا نہ چل سکا۔‘‘(۱)

مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں درست نماز وہی ہے جس میں از آغاز تا اختتام تک دل بارگاہِ الٰہی میں حاضر رہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نماز میں اللہ ﷯ کی

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۱۵۱

جس جس صفت کا بیان زبان پر آئے اس کی معنویت کا نقش دل پر بیٹھتا چلا جائے۔ اگر نماز کو اس کے معانی کے ساتھ اور ان کیفیات و لذّات کے ساتھ پڑھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ بندہ خیالات کی پراگندگی، ذہنی انتشار اور شیطانی وساوس سے نجات نہ پا سکے۔

۴۔ نماز میں حضورِ قلبی کی تدابیر

نماز میں داخل ہوتے ہی ایسے وسوسے اور خیالات آنے لگتے ہیں جن سے توجہ منتشر ہوجاتی ہے اور نماز میں یکسوئی نصیب نہیں ہوتی۔ لوگ اکثر پوچھتے ہیں کہ اس صورت حال کا ازالہ کیسے کیا جائے؟

امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰۔۵۰۵) نے نماز میں شیطانی خیالات، وسوسوں سے بچنے، خشوع و خضوع اور حضورِ قلبی برقرار رکھنے کے لئے درج ذیل تدابیر بیان فرمائی ہیں:

۱۔ جیسے ہی انسان اذان کی آواز سنے تو دِل میں تصور کرے کہ مجھے میرے خالق و مالک اور غفور رحیم کی بارگاہ میں حاضری کا بلاوا آ گیا ہے اب میں ہر کام پر اس حاضری کو ترجیح دیتا ہوں لہٰذا جس کام میں بھی مشغول ہو اسے چھوڑ کر نماز کی تیاری کرے۔ اس بات کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ (۱)

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کے لئے اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ و نماز) کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید و فروخت (یعنی کاروبار) چھوڑ دو۔“

دوسرے مقام پر فرمایا:

(۱) الجمعة، ۶۲: ۹

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ۔[۱]

’’(اللہ کے اس نور کے حامل) وہی مردانِ (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے۔‘‘

خشوع و خضوع کے لئے ضروری ہے کہ مؤذن کی صدا سننے کے بعد نماز کے علاوہ کوئی کام اسے بھلا نہ لگے۔ دل بار بار اپنے مالک کی حاضری کی طرف متوجہ ہو اور خوش ہو کہ مالک نے یاد فرمایا ہے اور میں حاضر ہو کر اپنی تمام روداد عرض کروں گا۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگوں گا، شوق و محبت سے قیام، رکوع اور سجود کے ذریعے دلی راحت و سکون حاصل کر کے اپنے تمام غموں اور صدماتِ ہجر و فراق کا ازالہ کروں گا۔ میں محبوبِ حقیقی کی حاضری کے لئے طہارت کرتا، اچھے کپڑے پہنتا اور خوشبو لگا کر حاضر ہوتا ہوں کیونکہ میرے مالک کا حکم ہے:

يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ۔[۲]

’’اے اولادِ آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنا لباسِ زینت (پہن) لیا کرو۔‘‘

بندے کو چاہیئے کہ بارگاہِ خداوندی کی عظمت کا بار بار تصور کرتے ہوئے سوچے کہ اتنی بڑی بارگاہ میں کیسے حاضری دوں گا؟

۲۔ نماز کے معانی ذہن نشین کر لئے جائیں اور اس کا مفہوم لفظاً لفظاً ازبر کر لیا جائے۔ مثلاً جیسے ہی لفظ ’’سبحان‘‘ زبان سے ادا ہو خدا کی بڑائی، پاکیزگی اور تقدس کا تصوّر دل و دماغ میں گھر کر جائے اور نمازی پر یہ خیال حاوی ہو جائے کہ وہ سب سے بڑے بادشاہ کے دربار میں دست بستہ حاضر ہے جو ہر عیب اور نقص سے اس طرح پاک ہے کہ اس سے زیادہ پاکیزگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

---

(۱) النور، ۲۴: ۳۷

(۲) الاعراف، ۷: ۳۱

۳۔ جب اس کی کبریائی کا ذکر آئے تو آسمانی اور ارضی کائنات کی ہر شے سے اسے بڑا جانے اور ساری مخلوق اس کی عظمت کے آگے بے مایہ ہیچ اور حقیر نظر آنے لگے۔

۴۔ نماز شروع کرنے سے پہلے نمازی کا دل باقی چیزوں سے اجنبی و بیگانہ ہوکر اپنے رب کریم کی طرف متوجہ ہوجائے۔

۵۔ نماز میں غفلت کے اسباب

نماز میں غفلت کے دو اسباب ہیں۔ ایک ظاہری سبب اور ایک باطنی سبب۔

(۱) ظاہری سبب

ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں شور و ہنگامہ ہو اس کی تدبیر یہ ہے کہ ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جہاں دنیاوی آواز سنائی نہ دے اور وہ جگہ تاریک ہو اگر نمازی آنکھیں بند کرے تو زیادہ بہتر ہے، اکثر عباد عبادت کے لئے چھوٹا سا الگ مکان بنالیتے ہیں کیونکہ کشادہ مکان میں دل پراگندہ ہوجاتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز ادا کرتے تھے تو قرآن حکیم، تلوار اور تمام اشیاء کو جدا کر لیتے تھے تاکہ ان کی طرف مشغولیت نہ ہو۔(۱)

(۲) باطنی سبب

دوسرا سبب پریشان خیالات اور خطرات و وساوس کا دل میں آنا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم میں ایسا کسی کام کے سبب سے ہوتا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے اس کام کو نمٹا لیا جائے پھر نماز پڑھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) غزالی، کیمیائے سعادت: ۱۳۵

إِذَا حَضَرَا لعشَاءُ و أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، فَابْدَءُوا بِالْعشَاءِ۔[1]

’’جب (مغرب کی) نماز کھڑی ہونے لگے اور شام کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھا لو، کھانے سے پہلے نماز نہ پڑھو۔‘‘

اگر کوئی ضروری بات کہنی سننی ہو تو پہلے وہ کہہ دے پھر نماز میں مشغول ہو۔ دوسری قسم اپنے کاموں کا خیال اور اندیشہ ہے جو ایک ساعت میں پورے نہ ہوں یا برے خیالات و عادت کے موافق خود بخود دل پر غالب ہوگئے ہوں اس کی تدبیر یہ ہے کہ جس چیز کا خیال توجہ کھینچتا ہے اسے ترک کرنے کی فکر کرے اور اس سے نجات پالے اگر ترک نہیں کرے گا تو اس کا دل پراگندہ خیالی سے ہرگز محفوظ نہیں ہوگا اور اس کی نماز انہی خیالاتِ کی نذر ہو جائے گی اس نمازی کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی شخص درخت کے نیچے بیٹھ کر یہ چاہے کہ چڑیوں کا چہچہانا نہ سنے اور لاٹھی اٹھا کر انہیں اڑا دے ظاہر ہے کہ وہ اسی وقت پھر آ بیٹھیں گی اگر ان کی چہچاہٹ سے نجات چاہتا ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس درخت سے اپنے آپ کو دور لے جائے اس لئے کہ جب تک وہ درخت کے پاس رہے گا چڑیاں اس پر ضرور بیٹھ کر چہچہائیں گی اور وہ چہچاہٹ سنے بغیر نہیں رہے گا اسی طرح جب تک کسی کام کی خواہش اس کے دل پر غالب رہے گی تو وہ خیالات کی آماجگاہ بنا رہے گا۔ جب نماز سے پہلے اللہ کا ذکر دل پر غالب نہ ہوگا تو دل نماز میں نہیں لگے گا اور جو خیال دل میں پہلے سے جما ہوا ہے وہ نماز پڑھنے سے دور نہیں ہوگا لہٰذا پہلے اپنے دل کا علاج کیا جائے اور دل کو خیالات اور وسوسوں سے پاک کیا جائے ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کی چیزوں پر ضروری حد تک قناعت کی جائے تاکہ دل کو فراغت نصیب ہو جائے جب تک یہ بات نہیں ہوگی اس وقت تک نماز میں حضوریٔ قلب نصیب نہیں ہوگی۔ نیز نوافل کی مقدار کو بتدریج بڑھایا جائے تاکہ دل حاضر اور متوجہ ہو جائے کیونکہ نوافل فرائض کے نقصان کی تلافی کرتے ہیں۔

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب کراھۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام، ۱: ۳۹۲، رقم: ۵۵۷

ترکِ نماز پر سزا

نماز اسلام کا بنیادی ستون اور وہ امتیازی عمل ہے جو ایک مومن کو کافر سے ممتاز کرتا ہے۔ قرآن و سنت کی تعلیمات میں جہاں فریضہ نماز کی بجا آوری کو دین کی تعمیر قرار دیا گیا ہے۔ وہاں اسکا ترک کر دینا دین کی بربادی اور انہدام کا موجب سمجھا گیا ہے لہٰذا جس نے اسے قائم کر لیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے گرا دیا وہ ناکام و نامراد ہوگیا۔

ا۔ قرآنِ حکیم میں وعید

سورۃ مدثر میں اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ جب ان سے پوچھا جائے گا تمہیں دوزخ میں لے جانے کے باعث کونسی چیز بنی تو وہ جواباً کہیں گے۔

قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَo وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَo وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَo (۱)

’’وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں نہ تھےo اور ہم محتاجوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھےo اور بے ہودہ مشاغل والوں کے ساتھ (مل کر) ہم بھی بے ہودہ مشغلوں میں پڑے رہتے تھےo‘‘

سورۃ الماعون میں ارشاد فرمایا:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَo الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَo (۲)

’’پس افسوس (اور خرابی) ہے ان نمازیوں کے لئےo جو اپنی نماز (کی روح

(۱) المدثر، ۷۴: ۴۳۔۴۵

(۲) الماعون، ۱۰۷: ۴، ۵

سے بے خبر ہیں (یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں)o‘‘

یومِ حشر ہر شخص اپنے کئے کی سزا بھگت رہا ہوگا صرف وہ لوگ باعزت اور جنت میں ہوں گے، جن کے اعمال اچھے ہوں گے ان کی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔ یہ اچھے لوگ مجرموں سے سوال کریں گے کہ کون سے عمل نے تمہیں رسوا کیا؟ ان کا جواب ہوگا کہ وہ دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے اس لئے آج وہ اس ہولناک انجام کو پہنچے ہیں لہٰذا جان لینا چاہیئے کہ نماز نہ پڑھنے کا انجام اچھا نہ ہوگا ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے میدانِ حشر میں ان کو زبردست رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَo(۱)

’’جس دن ساق (یعنی اَحوالِ قیامت کی ہولناک شدت) سے پردہ اٹھایا جائے گا اور وہ (نافرمان) لوگ سجدہ کے لئے بلائے جائیں گے تو وہ (سجدہ) نہ کر سکیں گےo‘‘

قرآن حکیم میں ایک مقام پر ترکِ نماز کو مشرکین کا عمل قرار دیا گیا ہے:

مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَo(۲)

’’اسی کی طرف رجوع و اِنابت کا حال رکھو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو جاؤo‘‘

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز چھوڑنے سے کفر و شرک میں گرفتار ہونے کا اندیشہ لاحق رہتا ہے کیونکہ جب تک دل کی باطنی کیفیت کو ہم بیرونی نیک اعمال

(۱) القلم، ۶۸: ۴۲

(۲) الروم، ۳۰: ۳۱

کے ذریعے سے سنوارتے نہ رہیں تب تک اس کیفیت کے زائل ہونے کا خطرہ سر پر منڈلاتا رہے گا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ نماز مکمل طور پر ترک کرنے والے تو درکنار نماز کو مؤخر کرنے والے بھی عذابِ دوزخ سے بچ نہ سکیں گے۔

۲۔ احادیثِ نبوی ﷺ میں وعید

احادیثِ مبارکہ میں متعدد مقامات پر نماز چھوڑنے پر وعید سنائی گئی ہے۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْکِ وَالْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلَاةِ۔ (۱)

’’انسان اور اس کے کفر و شرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔‘‘

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے محبوب نبی اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی:

وَ لَا تَتْرُکْ صَلَاةً مَکْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَکَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔ (۲)

’’کوئی فرض نماز جان بوجھ کر ترک نہ کرنا پس جس نے ارادۃً نماز چھوڑی اس نے کفر کیا اور اس سے (اللہ) بری الذمہ ہوگیا۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الإیمان، باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة، ۱: ۸۸، رقم: ۸۲

(۲) ابن ماجة، السنن، کتاب الفتن، باب الصبر علی البلاء، ۴: ۴۱۷، رقم: ۴۰۳۴

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُورٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ۔(۱)

’’جس نے نماز کی حفاظت کی اس کے لئے روزِ قیامت نور، روشن دلیل اور نجات ہوگی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لئے نہ نور ہوگا، نہ دلیل اور نہ نجات اور قیامت کے دن وہ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔‘‘

۳۔ نماز میں سستی کرنے پر پندرہ سزائیں

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ (۴۷۰۔ ۵۶۱ھ) ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نماز کی ادائیگی میں سستی کرنے والے کو پندرہ (۱۵) سزائیں دے گا۔ چھ موت سے قبل، تین موت کے وقت، تین قبر میں اور تین قبر سے نکالے جانے کے بعد۔

(ا) دنیوی زندگی میں سزائیں

موت سے پہلے کی چھ سزائیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ایسے شخص کو صالح نہیں کہا جاتا۔

۲۔ اس کی زندگی سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

۳۔ اس کی روزی میں بھی برکت نہیں ہوتی۔

۴۔ اس کی کوئی نیکی قبول نہیں کی جاتی۔

۵۔ اس کی دعا قبول نہیں کی جاتی۔

۶۔ نیک حضرات کی دعاؤں میں اس کے لئے حصہ نہیں ہوتا۔

(۱) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۶۹، رقم: ۶۵۷۶

(۲) موت کے وقت کی سزائیں

۱۔ ایسا شخص پیاسا مرتا ہے اگر اس کے حلق میں سات دریا بھی انڈیل دیئے جائیں تو وہ سیراب نہیں ہوتا۔

۲۔ اچانک مرتا ہے۔

۳۔ دنیا کی لکڑیوں، مٹی اور پتھروں کو اس کی گردن اور دونوں کندھوں پر لاد دیا جاتا ہے۔

(۳) قبر کی سزائیں

۱۔ اس پر قبر تنگ کردی جاتی ہے۔

۲۔ قبر میں گھپ اندھیرا ہوتا ہے۔

۳۔ منکر نکیر کے سوالات کے جواب دینے سے لاجواب رہتا ہے۔

(۴) اُخروی زندگی میں سزائیں

۱۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غضب ناک ہوگا۔

۲۔ اس سے حساب لیا جائے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سے واپس ہو کر سیدھا جہنم میں جائے گا، یہ الگ بات ہے کہ اللہ کسی مصلحت کے تحت اسے معاف فرمادے۔(۱)

حضور نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز

حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت واتباع ہر اہلِ ایمان پر واجب ہے۔ آپ ﷺ کے نقوش قدم پر چلنا تکمیلِ ایمان کی لازمی شرط ہے۔آپ ﷺ نے بطور

(۱) عبد القادر جيلاني، غنية الطالبين: ۲۲۴

شارعِ اسلام یا شارحِ قرآن جو بھی حکم فرمایا یا عمل کیا وہ سنت قرار پایا۔قرآن کی رو سے آپ ﷺ کی ذات میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔(۱)

’’فی الحقیقت تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے۔‘‘

حضور ﷺ نے جہاں اسلام کے دوسرے ارکان کی عملی مثال پیش فرمائی اسی طرح آپ ﷺ نے نماز کا عملی نمونہ عطا فرما دیا۔حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صَلُّوْا کَمَا رَاَيْتُمُوْنِي اُصَلِّي۔(۲)

’’نماز پڑھو اسی طرح جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔‘‘

لہٰذا نماز کی ادئیگی کا وہی طریقِ نبوی ﷺ مستند اور معتبر ہے جو احادیثِ مبارکہ میں مذکور ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے اور یہی ہمارے لئے سنت ہے۔

ا۔قبلہ رُو ہونا

نماز پڑھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ نمازی پاک صاف ہو کر تمام تر تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے، کامل وضو کے ساتھ جائے نماز پر قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(۱) الاحزاب، ۳۳: ۲۱

(۲) ۱۔ابن حبان، الصحيح، ۴: ۵۴۱، رقم: ۱۶۵۸

۲۔دار قطني، السنن، ۱: ۲۷۳، رقم: ۱

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ج فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ o۔[1]

”(اے حبیب!) ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیجئے، اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو پس اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو، اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ (تحویلِ قبلہ کا حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اور اللہ ان کاموں سے بے خبر نہیں جو وہ انجام دے رہے ہیںo“

سفر ہو یا حضر ہر جگہ، نماز میں قبلہ رو ہونا شرط ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لا لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ق لا اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ق فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ق وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ o[2]

”اور تم جدھر سے بھی (سفر پر) نکلو اپنا چہرہ (نماز کے وقت) مسجدِ حرام کی طرف پھیر لو، اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو سو اپنے چہرے اسی کی سمت پھیر لیا کرو تاکہ لوگوں کے پاس تم پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے

(۱) البقرہ، ۲: ۱۴۴

(۲) البقرہ، ۲: ۱۵۰

سوائے ان لوگوں کے جو ان میں حد سے بڑھنے والے ہیں، پس تم ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈرا کرو، اس لئے کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کردوں اور تاکہ تم کامل ہدایت پا جاؤo‘‘

۲۔ نیت

نماز میں داخل ہونے سے پہلے نیت کرنا واجب ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ (۱)

’’بیشک اَعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔‘‘

نیت دل کے ارادے کا نام ہے البتہ زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہنا بہتر ہے۔ تاکہ دل اور زبان دونوں میں موافقت ہوجائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الرَّجُلَ لَا يَكُوْنُ مُؤْمِنًا حَتَّى يَكُوْنَ قَلْبُهُ مَعَ لِسَانِهِ سَوَاءً، وَيَكُوْنُ لِسَانُهُ مَعَ قَلْبِهِ سَوَاءً۔ (۲)

’’آدمی مومن نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کا دل زبان کے ساتھ اور زبان دل کے ساتھ برابر کی شریک ہو۔‘‘

مثلاً ظہر کی نماز ہے تو نیت کرے کہ چار رکعت نماز فرض ظہر یا سنت، منہ قبلہ کی طرف، بندگی اللہ تعالیٰ کی اور اگر جماعت کے ساتھ ہو تو یہ بھی کہے، پیچھے امام کے۔ اور یہ

---

(۱) بخاری، الصحیح، بدء الوحي، باب كيف كان بدءُ الوَحي إِلى رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱: ۳، رقم: ۱

(۲) منذری، الترغيب والترهيب، ۱: ۱۲۸، رقم: ۱۹

کلمات کہتے ہوئے تکبیر کہے۔

اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ○(۱)

''بیشک میں نے اپنا رُخ (ہر سمت سے ہٹا کر) یکسوئی سے اس (ذات) کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور (جان لو کہ) میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں○''

حضرت رافع بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے تو (سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۷۹ کی تلاوت) فرماتے:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔(۲)

''میں اپنا رخ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمانے والی ہے، اس حال میں کہ میں یک سو مسلمان ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔''

۳۔ تکبیرِ تحریمہ

نمازی نماز کی نیت کرکے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے) کہے اور کانوں تک دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ کانوں کی لو کے برابر ہو جائیں اور دونوں انگلیوں کے سرے کانوں کے اوپر والے حصوں کے برابر ہو جائیں۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) الانعام، ۶: ۷۹

(۲) ابن حبان، الصحیح، ۵: ۷۴، رقم: ۱۷۷۴

(بوقتِ تکبیر تحریمہ) دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یہاں تک کہ کانوں کی لو تک برابر ہو جاتے۔(۱)

تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہوئے ہی ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر اس طرح رکھیں کہ دائیں ہتھیلی بائیں ہتھیلی کی پشت پر ہو اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر گھٹنے کو پکڑیں اور باقی تین انگلیاں کلائی پر رکھیں۔

امام بخاری (۱۹۴۔۲۵۶ھ) الصحیح کی کتاب صفة الصلاة میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ۔(۲)

''لوگوں سے کہا جاتا تھا کہ آدمی اپنے دائیں ہاتھ کو نماز میں اپنی بائیں کلائی پر رکھے۔''

حضرت قبیصہ بن ھلب رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِيْنِهِ۔(۳)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب استحباب رفع اليدين خذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام، ۱: ۲۹۳، رقم: ۳۹۱

۲۔ ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة، والسنة فيها، باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا رَكَعَ، ۱: ۲۶۵، رقم: ۸۵۹

(۲) بخاری، الصحيح، كتاب صفة الصلاة، باب وضع اليُمْنٰى عَلَى اليُسْرٰى، ۱: ۲۵۹، رقم: ۷۰۷

(۳) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصلاة، باب ماجاء في وضع اليمين على الشّمال في الصّلاة، ۱: ۲۹۲، رقم: ۲۵۲

”حضور نبی اکرم ﷺ ہماری امامت فرماتے اور بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑتے۔“

۴۔ ثناء

نمازی ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء یعنی سُبحَانَکَ اللّٰھُمَ وَبِحَمْدِکَ پڑھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نماز شروع کرتے وقت پڑھتے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ، وَتَبَارَکَ اسْمُکَ، وَتَعَالٰی جَدُّکَ، وَلَا إِلٰـهَ غَيْرُکَ۔[۱]

”اے اللہ! ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں اور تیرا نام بہت برکت والا ہے۔ اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“

۵۔ تعوّذ و تسمیّہ

ثناء پڑھنے کے بعد تعوّذ یعنی أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور تسمیہ یعنی بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ آہستہ آواز میں پڑھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی:

فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔[۲]

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة، ۱: ۲۸۳، رقم: ۲۴۳

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبَسْملة، ۱: ۲۹۹، رقم: ۳۹۹

’’مگر میں نے ان میں سے کسی کو (بلند آواز کے ساتھ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔‘‘

۶۔ سورۂ فاتحہ

تسمیہ پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَO الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِO اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَاِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُO اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَO صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَO(۱)

’’سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہےO نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہےO روزِ جزا کا مالک ہےO (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیںO ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کاO‘‘

اِس کے بعد کوئی اور سورت یا کم از کم کسی بھی سورت کی تین آیات یا ایک ایسی آیت جو تین چھوٹی آیات کے برابر ہو پڑھے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يقرأْ بِالْحَمْدِ وَسُوْرَةٍ فِي فَرِيْضَةٍ أَوْ غَيْرِهَا۔(۲)

’’اس شخص کی نماز نہیں ہوگی جس نے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورہ

(۱) الفاتحة، ۱: ۱۔۷

(۲) ترمذي، الجامع الصحيح، أبواب الصلاة، باب ما جاء في تحريم الصلاة و تحليلها، ۱: ۲۷۸، رقم: ۲۳۸

نہ پڑھی ہو خواہ وہ فرض نماز ہو یا اس کے علاوہ۔‘‘

اگر چار رکعت والی فرض نماز ہو تو اخیر کی دو رکعتوں میں اور اگر تین رکعت والی نماز ہو تو اخیر کی ایک رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا چاہیے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کے فرائض کی ابتدائی دو رکعتوں میں ہی سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ ملا کر پڑھتے تھے۔‘‘

۷۔ قراءت

اگر نمازی امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہو تو سورۃ فاتحہ اور ملانے والی سورۃ نہ پڑھے بلکہ امام کی قراءت خاموشی سے سنے۔ امام کے پیچھے قراءت نہ کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○(۲)

’’اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے○‘‘

یہ آیت کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ نمازی قرآن حکیم کی تلاوت کے وقت، قراءت غور سے سنے اور خاموش رہے۔

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الظھر والعصر، ۱: ۳۳۳، رقم: ۴۵۱

(۲) الأعراف، ۷: ۲۰۴

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا قَرَأَ الإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا۔(۱)

’’جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔‘‘

۸۔ رکوع

سورہ فاتحہ اور دوسری سورہ پڑھ لینے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع کرے۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا قَامَ إِلَی الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَقُوْمُ. ثُمَّ يُكَبِّرُ حِيْنَ يَرْكَعُ۔(۲)

’’جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔‘‘

رکوع اس طرح کیا جائے کہ دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے انگلیاں کھول کر مضبوط پکڑ لیں۔ یہی طریقہ صحابہ کرام سے منقول ہے۔

۲۔ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: کیا میں تمہارے سامنے اس طرح نماز نہ پڑھوں جس طرح میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں، حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور جب رکوع کیا تو:

---

(۱) ابن ماجة السنن، کتاب إقامة الصّلاة والسنّة فيها، باب إِذَا قَرَأَ الإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا، ۱: ۴۵۹، رقم: ۸۴۷

(۲) ۱۔ مسلم الصحيح، کتاب الصلاة، باب إثبات التکبير، ۱: ۲۹۳، ۲۹۴، رقم: ۳۹۲

وَضَعَ رَاحَتَيۡهِ عَلَى رُكۡبَتَيۡهِ وَجَعَلَ أَصَابِعَهُ مِنۡ وَرَاءِ رُكۡبَتَيۡهِ۔ (۱)

’’انھوں نے اپنے ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کو کشادہ کر کے اپنے گھٹنوں کو پکڑ لیا۔‘‘

رکوع کی حالت میں سر اور پیٹھ برابر اور ہموار رکھنا چاہیے:

۳۔ حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رَأَيۡتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يُصَلِّي فَكَانَ إِذَا رَكَعَ سَوَّى ظَهۡرَهُ حَتَّى لَوۡ صُبَّ عَلَيۡهِ الۡمَاءُ لَاسۡتَقَرَّ۔ (۲)

’’میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز پڑھتے تو رکوع میں اپنی پشت ایسی سیدھی رکھتے کہ اگر اس پر پانی ڈالا جاتا تو وہیں رک جاتا۔‘‘

۴۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمۡ فَقَالَ فِي رُكُوعِهِ: سُبۡحَانَ رَبِّيَ الۡعَظِيمِ: ثَلَاثَ مَرَّاتٍ: فَقَدۡ تَمَّ رُكُوعُهُ، وَذَلِكَ أَدۡنَاهُ۔ (۳)

’’تم میں سے جب کوئی رکوع کرے اور اس میں تین مرتبہ ’’سبحان ربی العظیم‘‘ کہے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا۔‘‘

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب التطبيق، باب مواضع أصابع اليدين في الركوع، ۲: ۱۳۴، رقم: ۱۰۳۷

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۷: ۲۴۱، رقم: ٦٧٠

(۲) ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصّلاة والسنّة فيها، باب الركوع في الصلاة، ۱: ۴۷۱۔ ۴۷۲، رقم: ۸۷۲

(۳) ترمذی، الجامع الصّحيح، أبواب الصّلاة، باب ماجاء في التّسبيح في الركوع والسجود، ۱: ۳۰۰، رقم، ۲٦۱

۹۔ قومہ

پھر سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ (اللہ تعالیٰ سنتا ہے جو اس کی تعریف کرتا ہے) کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوجائے اور ہاتھ باندھے بغیر رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان فرماتے ہیں:

يَقُولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ. ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ۔ (۱)

’’جب حضور نبی اکرم ﷺ رکوع سے اپنی پیٹھ اٹھاتے تو سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے پھر کھڑے ہو کر رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے۔‘‘

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے:

فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا، وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُوْلُوْا: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ (۲)

’’جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔‘‘

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الصّلاة، باب إثبات التكبير فى كل خفض ورفع فى الصّلاة، ۱: ۲۹۳۔ ۲۹۴، رقم: ۳۹۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الجماعة و الإمامة، باب إقامة الصّف من تمام الصّلاة، ۱: ۲۵۳، ۲۵۴، رقم: ۶۸۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصّلاة، باب التشهد فى الصّلاة، ۱: ۳۰۳، رقم: ۴۰۴

قومہ کی دعا

حضور نبی اکرم ﷺ نے قومہ میں درج ذیل دعا پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اسے بہت پسند فرمایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آ کر صف میں شامل ہوگیا، اس کا سانس پھول رہا تھا اس نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ۔ (۱)

’’جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو فرمایا: تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے؟ لوگ چپ رہے۔ آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا: تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے؟ اس نے کوئی بری بات نہیں کہی، تب ایک شخص نے کہا: میں جب آیا تو میرا سانس پھول رہا تھا تو میں نے یہ کلمات کہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا جو ان کلمات کو اوپر لے جانے کے لئے جھپٹ رہے تھے۔‘‘

۱۰۔ سجدہ

پھر نمازی اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں گر جائے اس طرح کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے اور پھر پیشانی زمین پر رکھے۔

۱۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيتُ رسولَ الله ﷺ إذَا سَجَدَ يَضَعُ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ۔ (۲)

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة، ۱: ۴۱۹، رقم: ۶۰۰

(۲) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصّلاة، باب ماجاء في وضع الرّكبتين قبل اليدين في السّجود، ۱: ۳۰۶، رقم: ۲۶۸

’’میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ سجدہ فرماتے وقت ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو زمین پر رکھتے اور اٹھتے وقت پہلے ہاتھ اٹھاتے۔‘‘

چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل آ جائیں۔

۲۔ حضرت ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضور نبی اکرم ﷺ سجدہ میں چہرہ مبارک کہاں رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

بَیْنَ کَفَّیْهِ۔(۱)

’’آپ ﷺ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان چہرہ مبارک رکھتے۔‘‘

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ، عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ، وَالرُّكْبَتَيْنِ، وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ، وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَالشَّعَرَ۔(۲)

’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں یعنی پیشانی اور ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور پیروں کی انگلیوں پر اور یہ کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹا کریں۔‘‘

اور اس چیز کا خیال رکھا جائے کہ بازو بغل سے، پیٹ رانوں سے، ران پنڈلی

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصلاة، باب ماجاء أین یضع الرجل وجهه إذا سجد؟، ۱: ۳۰۸، رقم: ۲۷۱

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب صفة الصلاة، باب السجود علی الأنف، ۱: ۲۸۰، رقم: ۷۷۹

سے، کہنیاں زمین سے علیحدہ رہیں۔

۴۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ۔(۱)

’’جب تو سجدہ کرے تو ہتھیلیوں کو (زمین پر) رکھ اور کہنیوں کو اٹھا۔‘‘

یعنی بازوں پہلوؤں سے الگ رہیں۔

۵۔ حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا، وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ۔(۲)

’’جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو بچھائے بغیر اور قریب کئے بغیر زمین پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو قبلہ رخ کیا۔‘‘

نمازی حالت سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی پڑھے ’’میرا رب پاک، بلند شان والا ہے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَإِذَا سَجَدَ فَلْيَقُلْ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا، وَذٰلِكَ أَدْنَاهُ۔(۳)

’’جب سجدہ کرے تو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی تین مرتبہ کہے اور یہ تعداد کم از کم ہے۔‘‘

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب الاعتدال فی السجود، ۱: ۳۵۶، رقم: ۴۹۴

(۲) بخاری، الصحیح، کتاب صفة الصّلاة، باب سنة الجلوس في التَّشهد، ۱: ۲۸۴۔۲۸۵، رقم: ۷۹۴

(۳) أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب مقدار الرکوع والسجود، ۱: ۳۳۷، رقم: ۸۸۶

۱۱۔ جلسہ

تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے اٹھے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں:

كان يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جلسہ کی حالت میں اپنا بایاں پاؤں بچھا دیتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔‘‘

جلسہ کی دعا

جلسہ میں پڑھی جانے والی منقول چند دعاؤں میں سے ایک درج ذیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان کہا کرتے تھے۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِی وَعَافِنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي۔(۲)

’’اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے عافیت دے، مجھے ہدایت پر قائم رکھ اور مجھے روزی عطا فرما۔‘‘

ہمیں بھی اپنی انفرادی نمازوں میں ان دعاؤں کو پڑھنے کا معمول بنانا چاہیے تاکہ اتباع رسول ﷺ سے ہمارے قلب باطن میں نور پیدا ہو۔

---

(۱) مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب ما يجمع صفة الصّلاة وما يفتتح به يختم به، ۱: ۳۵۷۔ ۳۵۸، رقم: ۴۹۸

(۲) أبوداؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب الدعاء، بين السجدتين، ۱: ۳۲۲، رقم: ۸۵۰

۱۲۔ تعدیلِ اَرکان

تمام ارکانِ نماز کو خصوصًا رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ، ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا، وَافْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا۔(۱)

’’جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تکبیر کہو، پھر قرآن حکیم سے جو تمہیں آتا ہو وہ پڑھو، پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو، پھر سر اٹھاؤ تو اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور ساری نماز میں اسی طرح کرو۔‘‘

جلسہ کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے دوسرا سجدہ بھی پہلے سجدہ کی طرح ہی ہونا چاہیے اور پھر تکبیر کہتے ہوئے فوراً اٹھ کھڑا ہو درمیان میں بیٹھنا نہیں چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ۔(۲)

’’حضور نبی اکرم ﷺ نماز میں (سجدہ سے اٹھتے وقت) اپنے قدموں کے کناروں پر اٹھتے تھے۔‘‘

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب صفة الصّلاة، باب وجوب القراءة للإمام، ۱: ۲۶۳۔۲۶۴، رقم: ۷۲۴

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصّلاة، باب کیف النّھوض من السّجود، ۱: ۳۱۹، رقم: ۲۸۸

۱۳۔ دوسری رکعت

نمازی دوسری رکعت کے لئے اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھے اور اٹھتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنوں کو اٹھائے۔

۱۔ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا:

وَ إِذا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيهِ قَبلَ رُكبَتَيهِ۔(۱)

’’جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔‘‘

دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ادا ہوگی لیکن اس میں ثناء اور تعوّذ نہیں پڑھی جائے گی صرف سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک اور سورۃ پڑھے۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ وَلَمْ يَسْكُتْ۔(۲)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ سے قرأت شروع کرتے اور خاموش نہ ہوتے۔‘‘

---

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصّلاۃ، باب ماجاء في وضع الرّکبتین قبل الیدین فی السّجود، ۱: ۳۰۶، رقم: ۲۶۸
۲۔ أبو داود، السنن، کتاب الصّلاۃ، باب کیف یضع رکبتیہ قبل یدیہ، ۱: ۳۱۷، رقم: ۸۳۸

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب المساجد مواضع الصّلاۃ، باب مایقال بین تکبیرۃ الإحرام والقراء ۃ، ۱: ۴۱۹، رقم: ۵۹۹

۳۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ۔(۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھاتے تو پہلی دو رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھا کرتے تھے۔‘‘

پھر اسی طرح رکوع اور سجود وغیرہ کو ادا کیا جائے جس طرح کہ پہلی رکعت میں کیا تھا۔

۱۴۔ قعدہ اُولیٰ

دوسری رکعت کے سجدوں کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جانا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھنا قعدہ اولیٰ کہلاتا ہے۔

۱۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں آیا اور (دل میں) کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا:

فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِي: لِلتَّشَهُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى، وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى. يَعْنِي. عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى، وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى۔(۲)

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصّلاة، باب القراءة فى الظهر والعصر، ۱: ۳۳۳، رقم: ۴۵۱

۲۔ أبو داؤد، السنن، كتاب الصّلاة، با ماجاء في القراءة في الظهر، ۱: ۳۰۳، رقم: ۷۹۸

(۲) ترمذى، الجامع الصحيح، أبواب الصّلاة، باب كيف الجلوس في التشهد، ۱: ۳۲۳۔ ۳۲۴، رقم: ۲۹۲

’’جب آپ ﷺ تشہد کے لئے بیٹھے تو آپ ﷺ نے بایاں پاؤں بچھا کر ران پر بایاں ہاتھ رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا کیا۔‘‘

قعدہ اولیٰ میں اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے۔

۲۔ حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

إِذَا قَعَدَ يَدْعُوْ، وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى. وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى۔(۱)

’’حضور نبی اکرم ﷺ جب تشہد کے لئے بیٹھتے تو اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے۔‘‘

۱۵۔ تشہد

قعدہ میں تشہد پڑھے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْکَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصّٰلِحِيْنَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔

’’تمام بدنی، زبانی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی، میں گواہی

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب المساجد و مواضع الصّلاة، باب صفة الجلوس فی الصّلاة، وکيفيّة وضع اليدين على الفخذين، ۱: ۴۰۸، رقم: ۵۷۹

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الدّعوات باب في فَضْلِ لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ، ۵: ۵۴۲، رقم: ۳۵۸۷

دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور اَلسَّلَامُ عَلَی جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وا لسَّلَامُ عَلَی فُلَانٍ وَفُلَانٍ کہتے، ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بذات خود سلام ہے، جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ، وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ أَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلَی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔

پس نمازی جب یہ کلمہ (علی عباد اللہ الصّالحین) کہے گا تو اس کا سلام ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں۔ پھر کہے:

أَشْھَدُ أَنْ لَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ، وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُوْلُہُ۔(۱)

اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

۱۶۔ تشہد میں اُنگلی کا اِشارہ

تشہد میں لَا اِلٰہَ کہتے وقت انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنا کر شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا چاہئے اور ایسا أَشْھَدُ أَنْ لَا اِلٰـہَ اِلّا اللہ کہتے وقت کرنا چاہئے۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب صفة الصّلاة، باب التَّشَھُّدِ فِي الاٰخِرَةِ، ۱: ۲۸۶، رقم: ۷۹۷

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصّلاة، باب التّشھّد فی الصّلاة، ۱: ۳۰۲۔۳۰۳، رقم: ۴۰۲

رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَدْ حَلَّقَ الإِبْهَامَ وَالْوُسْطَی وَرَفَعَ الَّتِی تَلِیهِمَا یَدْعُوبِهَا فِی التَّشَهُّدِ۔[1]

’’میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنائے اور اس (شہادت کی انگلی کو جو ان دونوں سے ملی ہوئی تھی) کو تشہد میں اشارہ فرماتے ہوئے اٹھاتے۔‘‘

۱۷۔ درودِ ابراہیمی (علیہ السلام)

حضور نبی اکرم ﷺ دو، تین یا چار رکعت والی نماز میں ہمیشہ قعدہ اخیرہ میں درودِ ابراہیمی پڑھتے جو درج ذیل ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّکَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد.

’’اے اللہ! رحمتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر، جس طرح تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! تو برکتیں نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر بے شک تو تعریف کا مستحق بزرگی والا ہے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے حوالے ایک حدیث منقول ہے:

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصّلاة والسّنّة فيها، باب الإشارة فی التشهّد، ۱: ۲۹۳، رقم: ۹۱۲

حضرت عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰؒ فرماتے ہیں: مجھے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ملے، وہ فرمانے لگے: کیا تمہیں ایسا تحفہ نہ دوں جو میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، میں نے عرض کیا: ضرور عطا کیجئے، انہوں نے فرمایا: ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا، یا رسول اللہ! آپ پر آپ کے اہلِ بیت سمیت ہم کیسے درود بھیجا کریں؟ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام عرض کرنے کا طریقہ تو بتا دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ، إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ۔ (۱)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئے مجھے ایسی دعا سکھا دیجئے جس کے ذریعے اپنی نماز میں دعا کیا کروں فرمایا کہ یوں کہا کرو:

اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيْرًا، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْلِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ، وَارْحَمْنِي، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمِ۔ (۲)

---

(۱) بخاری، الصحيح، كتاب الأنبياء، باب: النسلان في المشي إبراهيم خليلا، ۳: ۱۲۳۳، رقم: ۳۱۹۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب صفة الصّلاة، باب الدُّعَاءِ قبل السّلام، ۱: ۲۸۶۔۲۸۷، رقم: ۷۹۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الذكر والدّعاء والتّوبة والاستغفار، باب استحباب خفض الصوت بالذكر، ۴: ۲۰۷۸، رقم: ۲۷۰۵

’’اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور گناہوں کو معاف نہیں کرتا مگر تو، پس اپنے کرم سے مجھے معاف کردے اور مجھ پر رحم فرما کیونکہ تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

۱۸۔ سلام

مذکورہ دعا پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے، اس طرح کہ فرشتوں اور پڑھنے والوں کو سلام کرنے کی نیت سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہتے ہوئے پہلے دائیں طرف منہ پھیر لے پھر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہتے ہوئے بائیں طرف منہ پھیرے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُم يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ۔(۱)

’’بے شک تم میں سے ہر ایک کے لئے کافی ہے کہ اپنے ہاتھ کو اپنی ران پر رکھے پھر اپنے دائیں اور بائیں طرف اپنے بھائی کو سلام کرے۔‘‘

دورانِ سلام منہ اس قدر پھیرنا چاہئے کہ پیچھے کھڑے کو رخسار دکھائی دے۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں:

كُنْتُ أَرَى رَسُولَ اللهِ ﷺ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى أَرَى بَيَاضَ خَدِّهِ۔(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصّلاة، باب: الأمر بالسكونة في الصّلاة، والنهى عن الإشارة باليد ورفعها عند السلام، ۱: ۳۲۲، رقم: ۴۳۱

۲۔ أبو داود، السنن، كتاب الصلاة، باب الرد على الإمام، ۱: ۳۷۷، رقم: ۹۹۹

(۲) مسلم، الصحيح، كتاب المساجد ومواضع الصّلاة، باب السّلام للتحليل من الصّلاة عند فراغها، ۱: ۴۰۹، رقم: ۵۸۲

’’میں حضور نبی اکرم ﷺ کو دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا حتی کہ میں آپ ﷺ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا تھا۔‘‘

نمازِ وتر

نماز وتر واجب ہے اور اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے طلوع فجر تک ہے وتر کی تین رکعت ہیں۔ ان تین رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورۃ یا کم از کم تین آیات کی تلاوت واجب ہے۔ احادیث مبارکہ میں اسکی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔

خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو الولید عدوی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ أَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ وَهِيَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ وَهِيَ الْوِتْرُ فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ۔(۱)

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک نماز کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی ہے جو تمہارے واسطے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔ وہ نماز وتر ہے پس تمہارے لیے اسے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے۔‘‘

عبید اللہ بن عبد اللہ عتکی رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان کے والد ماجد نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، الْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا۔(۲)

---

(۱) أبو داؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب الوتر، ۱: ۵۲۷، رقم: ۱۴۱۸

(۲) أبوداؤد، السنن، كتاب الصلاة باب فيمن لم يوتر، ۱:۵۲۷، رقم: ۱۴۱۹

’’نماز وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ نماز وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلٰی، قُلْ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ اور قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ کی تلاوت فرماتے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ ارشاد فرماتے۔(۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ پڑھنے کے بعد رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کَانَ یُوْتِرُ فَیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ۔(۲)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھتے تو رکوع سے قبل قنوت پڑھتے تھے۔‘‘

دعائے قنوت پڑھنے کا طریقہ

دعائے قنوت پڑھنے کا طریقہ یہ ہے نمازی تیسری رکعت کے قیام میں سورۃ فاتحہ اور پھر دوسری سورہ پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر پھر باندھ لے اور دعائے قنوت پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ

(۱) نسائی، السنن، کتاب قیام اللیل، باب نوع آخر من القراء ۃ في الوتر، ۳: ۱۷۰، رقم: ۱۷۲۹

(۲) ابن ماجۃ، السنن، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا، باب مَاجَاءَ فی الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّکُوعِ، ۲: ۶۷، رقم: ۱۱۸۲

وَنُثْنِيْ عَلَيْکَ الْخَيْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ يَفْجُرُکَ. اَللّٰهُمَّ إِيَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّي وَنَسْجُدُ وَإِلَيْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ إِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ۔(۱)

’’اے اللہ! بے شک ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور تجھی سے بخشش طلب کرتے ہیں اور تجھی پر ایمان لاتے ہیں اور تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں اور خیر کے ساتھ تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں اور تیرا شکر بجا لاتے ہیں اور ہم تیری ناشکری نہیں کرتے ہم اسے چھوڑ دیتے ہیں جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تیرے لئے نماز ادا کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم دوڑتے اور جلدی کرتے ہیں اور ہم تیری ہی رحمت کی امید کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تیرا عذاب کافروں کو ملنے والا ہے۔‘‘

ہر نماز میں خوف و خشیت الٰہی سے حضور نبی اکرم ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوجاتی کہ آپ ﷺ کے سینۂ اقدس سے ہنڈیا کے جوش مارنے کی سی آواز نکلتی، وہ نماز جو بندگی میں معراج کی آئینہ دار تھی اس کی کیفیت و محویت کا کون اندازہ کرسکتا ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ کی نماز امت کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔اس کو سامنے رکھ کر ہم اپنی نمازوں کی اصلاح اور ان میں خشوع و خضوع کی کیفیات پیدا کرسکتے ہیں۔ اگر ہماری نمازیں درست ہوگئیں تو سمجھ لو کہ ہماری دنیا و آخرت سنور گئی۔ فلاحِ دارین ہمارا مقدر بن گئی پھر نہ کسی کے سوال و جواب کا خوف ہوگا اور نہ کسی محشر کا کھٹکا ہوگا۔

(۱) ۱۔ أبو داود، المراسيل، ۱: ۵۶، رقم: ۸۳
۲۔ بيهقي، السنن الکبری، ۲: ۲۱۰، رقم: ۲۹۶۱
۳۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۹۵، رقم: ۶۸۹۳

باب چہارُم

قیام اللّیل

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

راہِ سلوک کی منزل کے مسافر کے لئے قیامِ لیل کی اہمیت بہت زیادہ ہے خلوت کی ساعتوں میں اپنے مولا سے عبودیت کا رشتہ استوار کرنے کے لئے قیامِ لیل سے زیادہ اورکوئی مؤثر ذریعہ نہیں۔

قیام اللّیل کا معنی و مفہوم

لفظِ قیام ’’قَامَ‘‘ کا مصدر ہے اوراس کے لغوی معنیٰ کھڑا ہونا، ٹھہرنا اور قیام کرنا کے ہیں۔(1)

قیام اللّیل راتوں کو جاگنے کا عمل ہے جو رضائے الٰہی کی خاطر رات کے کسی حصہ میں نوافل ادا کرنے، تلاوتِ قرآن اور ذکر واذکار میں مشغول رہنے، بارگاہِ الٰہی میں مناجات کرنے، اپنے گناہوں پر نادم وشرمندہ ہوکر آنسو بہانے اوراللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں حصولِ حلاوت کے لئے سرانجام دیا جاتا ہے۔اسے عرفِ عام میں شب بیداری کہا جاتا ہے۔

قیامُ اللّیل کی اَہمیت وفضیلت

رات کی تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بڑی اہمیت وفضیلت کا حامل ہے۔ بندہ اس وقت اپنے مالک حقیقی کو پکارتا ہے جب سارا عالم سو رہا ہوتا ہے۔ وہ اپنے مولا کو منانے کے لئے اپنی راحت و آرام قربان کر دیتا ہے۔وہ کبھی قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو کبھی رکوع اور سجدے میں جا کر اپنے عجز وانکسار کا اظہار کرتا ہے۔ اپنے

(1) ابن منظور، لسان العرب، 12: 496

بندے کی یہ ادا اللہ رب العزت کو بے حد پسند ہے۔ وہ ایسے شب زندہ دار بندوں پر آسمان سے انوار و تجلیّات کی بارش نازل فرماتا ہے اور انہیں اپنے مقبول بندوں میں شامل فرما کر مستجاب الدّعوات بنا دیتا ہے۔ قیام اللّیل کا نور دن کو بھی چھایا رہتا ہے اور وہ رات میں قیام کرنے والے کو اس طرح اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھتا ہے کہ بندہ دن بھر نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو اٹھنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيۡلِ هِيَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّ اَقۡوَمُ قِيۡلاًO(۱)

’’بیشک رات کا اُٹھنا (نفس کو) سخت پامال کرتا ہے اور (دِل و دِماغ کی یکسوئی کے ساتھ) زبان سے سیدھی بات نکالتا ہےO‘‘

۱۔ قرآنِ حکیم میں قیام اللّیل کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد اور ذکر و عبادت کے حوالے سے جگہ جگہ بفرضِ عبادت رات اٹھنے کا ذکر بطورِ خاص فرمایا ہے۔ چند مقامات درج ذیل ہیں

۱۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيۡلِ ؕ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ يُذۡهِبۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكۡرٰى لِلذّٰكِرِيۡنَO(۲)

’’اور آپ دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہےO‘‘

۲۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ

(۱) المزّمّل ۷۳: ۶

(۲) ہود، ۱۱: ۱۱۴

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًاo وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔[۱]

’’آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی) نماز قائم فرمایا کریں اور نمازِ فجر کا قرآن پڑھنا بھی (لازم کر لیں)، بیشک نمازِ فجر کے قرآن میں (فرشتوں کی) حاضری ہوتی ہے (اور حضوری بھی نصیب ہوتی ہے)o اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی) قرآن کے ساتھ (شب خیزی کرتے ہوئے) نمازِ تہجد پڑھا کریں یہ خاص آپ کے لئے زیادہ (کی گئی) ہے۔‘‘

۳۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَاۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ۔[۲]

’’اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کریں طلوعِ آفتاب سے پہلے (نمازِ فجر میں) اور اس کے غروب سے قبل (نمازِ عصر میں) اور رات کی ابتدائی ساعتوں میں (یعنی مغرب اور عشاء میں) بھی تسبیح کیا کریں۔‘‘

۴۔ فَسُبْحٰنَ اللهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَo وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَo[۳]

’’پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو جب تم شام کرو (یعنی مغرب اور عشاء کے وقت) اور جب تم صبح کرو (یعنی فجر کے وقت)o اور ساری تعریفیں آسمانوں اور زمین میں اسی کے لئے ہیں اور (تم تسبیح کیا کرو) سہ پہر کو بھی (یعنی عصر کے وقت)

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۸، ۷۹

(۲) طٰهٰ، ۲۰: ۱۳۰

(۳) الروم، ۳۰: ۱۷، ۱۸

اور جب تم دوپہر کرو (یعنی ظہر کے وقت)o“

۵۔ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ o وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِo(۱)

”اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوعِ آفتاب سے پہلے اور غروبِ آفتاب سے پہلےo اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد بھیo“

۶۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِيْنَ تَقُوْمُo وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِo۔(۲)

”اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے جب بھی آپ کھڑے ہوںo اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور (پچھلی رات بھی) جب ستارے چھپتے ہیںo“

۷۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَةً وَّ اَصِيْلاًo وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْلَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَيْلاً طَوِيْلاًo(۳)

”اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریںo اور رات کی کچھ گھڑیاں اس کے حضور سجدہ ریزی کیا کریں اور رات کے (بقیہ) طویل حصہ میں اس کی تسبیح کیا کریںo“

مذکورہ بالا قرآنی آیاتِ میں اگرچہ براہِ راست خطاب تاجدارِ کائنات ﷺ سے

(۱) قٓ، ۵۰:۳۹۔۴۰

(۲) الطور، ۵۲:۴۸، ۴۹

(۳) الدھر، ۷۶:۲۵، ۲۶

ہے مگر تعلیم آپ ﷺ کے واسطہ سے جمیع امت کو دی گئی ہے۔ ان آیات میں فرض نمازِ پنجگانہ کی اوقاتِ مقررہ میں ادائیگی کے ساتھ قیام اللیل کی فضیلت بھی بیان ہوئی ہے۔رات کی نمازیں فرض کا درجہ رکھتی ہیں جبکہ رات کی دیگر عبادات نوافل کے درجہ میں ہیں۔ قیام اللیل کی اہمیت اتنی زیادہ ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو رات کا قیام اتنا پسند ہے کہ اس نے رات کے تین حصوں میں اسے فرض قرار دے دیا۔ایک آیتِ کریمہ کی رو سے نمازِ تہجد آپ ﷺ کے لئے بطورِ خاص واجب قرار دی گئی جبکہ امت کی آسانی کی خاطر اسے نفل ہی رہنے دیا گیا۔

۲۔ قائم اللّیل بندوں کی صفات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے قائم اللّیل (شب زندہ دار) بندوں کا بطورِ خاص ذکر کرتے ہوئے ان پر وارد ہونے والی مختلف کیفیّات کو موضوعِ قرآن بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے شب بیدار ان صاحبان علم کے زمرے میں رکھا ہے جن پر خوف و رجاء کی حالت طاری رہتی ہے، ان خوش نصیبوں کے اعلیٰ انعامات مخفی رکھے گئے ہیں۔اس حوالے سے چند آیاتِ کریمہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○[1]

’’بھلا (یہ مشرک بہتر ہے یا) وہ (مومن) جو رات کی گھڑیوں میں سجود اور قیام کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہوسکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقل مند لوگ ہی قبول کرتے ہیں○‘‘

(۱) الزمر، ۳۹: ۹

۲۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ (۱)

’’اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لئے سجدہ ریزی اور قیامِ (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیں ۝‘‘

۳۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ (۲)

’’ان کے پہلو اُن کی خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور امید (کی مِلی جُلی کیفیت) سے پکارتے ہیں۔‘‘

۴۔ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ (۳)

’’وہ راتوں کو تھوڑی سی دیر سویا کرتے تھے ۝ اور رات کے پچھلے پہروں میں (اٹھ اٹھ کر) مغفرت طلب کرتے تھے ۝‘‘

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ ﷻ نے اپنے قائم اللّیل بندوں کی یہ صفات بیان کی ہیں کہ وہ اپنے مالکِ حقیقی کی رضا و خوشنودی کے لئے ساری ساری رات اس کے حضور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں گزارتے ہیں، انہیں ایک پل چین نہیں، کبھی اخروی عذاب کے خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں تو کبھی اخروی نعمتوں کے خیال سے دل امید کی لہر سے جھومنے لگتے ہیں۔ آخرت میں انہیں نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا کہ یہ تو خشیتِ الٰہی کے باعث راتوں کو سوتے ہی بہت کم تھے۔

www.MinhajBooks.com

(۱) الفرقان، ۲۵: ۶۴

(۲) السجدہ، ۳۲: ۱۶

(۳) الذّٰریٰت، ۵۱: ۱۷۔۱۸

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا قیام اللّیل

ہمارے آقا ومولا حضور نبی اکرم ﷺ کی شب بیداری کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے قدمین شریفین متورّم ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔:

اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَکَ۔(۱)

’’بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ (کبھی) دو تہائی شب کے قریب اور (کبھی) نصف شب اور (کبھی) ایک تہائی شب (نماز میں) قیام کرتے ہیں، اور اُن لوگوں کی ایک جماعت (بھی) جو آپ کے ساتھ ہیں (قیام میں شریک ہوتی ہے)۔‘‘

رحمتِ خداوندی کو آپ ﷺ کی یہ مشقت گوارا نہ ہوئی اور یہ آیت نازل فرمادی:

یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا o نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا o اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا o(۲)

’’اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب!) o آپ رات کو (نماز میں) قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر (کیلئے) o آدھی رات یا اِس سے تھوڑا کم کر دیں o یا اس پر کچھ زیادہ کر دیں اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں o‘‘

---

(۱) المزّمّل، ۷۳: ۲۰

(۲) المزّمّل، ۷۳: ۲۔۴

۴۔ احادیثِ مبارکہ میں قیام اللّیل کا بیان

احادیثِ مبارکہ میں قیام اللیل کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں:

(۱) ہر رات میں قبولیت کی ایک گھڑی ضرور آتی ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''رات کو ایک ایسی ساعت بھی آتی ہے جس میں کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی کوئی چیز مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے وہی عنایت فرما دیتا ہے۔ اور یہ ساعت ہر رات آتی ہے۔''(۱)

(۲) رات کا قیام قربِ خدا کا سبب بنتا ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''رات کا قیام اپنے اوپر لازم کرلو کہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے لئے قربِ خداوندی کا باعث ہے، برائیوں کو مٹانے والا اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔''(۲)

(۳) رات کی عبادت انسان کو برائیوں سے روک دیتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

(۱) مسلم، الصحیح، صلاة المسافرین و قصرها، باب فی اللیل ساعة مستجاب فیها الدعاء، ۱: ۵۲۱، رقم: ۷۵۷

(۲) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب فی فضل التوبة والاستغفار، ۵: ۵۱۶، رقم: ۳۵۴۹

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۵۱، رقم: ۱۱۵۶

إِنَّ فُلَانًا يُصَلِّي بِاللَّيْلِ، فَإِذَا أَصْبَحَ سَرَقَ۔

’’(یا رسول اللہ!) فلاں آدمی رات کو نماز بھی پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری (بھی) کرتا ہے۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ سَيَنْهَاهُ مَا تَقُوْلُ۔(۱)

’’جلد ہی یہ (نماز) اسے اس (چوری) سے روک دے گی جو تو کہہ رہا ہے۔‘‘

(۴) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے خواب کی تعبیر

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ’’حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں جب کوئی خواب دیکھتا تو رسول اللہ ﷺ کے حضور بیان کرتا۔ مجھے بھی تمنا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اسے رسول اللہ ﷺ سے بیان کروں۔ میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں مسجد کے اندر سویا کرتا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتوں نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے جہنم کی طرف لے گئے، وہ کنوئیں کی طرح پیچ دار تھی اور اس کے دو ستون تھے، اس میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں میں جانتا تھا، پس میں کہنے لگا: میں جہنم سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں، پھر ہمیں ایک دوسرا فرشتہ ملا، اس نے مجھ سے کہا: نہ ڈرو! میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا، انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’عبد اللہ اچھا آدمی ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ وہ رات کو نماز پڑھا کرے۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ رات کو بہت

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۴۸، رقم: ۹۷۷۷

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۷: ۱۴۵، رقم: ۱۱۲۵۹

تھوڑی دیر سوتے تھے۔‘‘(۱)

(۵) شب زندہ داروں کا حساب و کتاب کے بغیر جنت میں داخلہ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں اکٹھے کئے جائیں گے اور ایک منادی اعلان کرے گا: جن لوگوں کی کروٹیں (اپنے رب کی یاد میں) بستروں پر نہ لگتی تھیں، وہ کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہوجائیں! ان کی تعداد بہت کم ہوگی اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوجائیں گے، پھر (باقی بچ جانے والے) لوگوں کے حساب و کتاب کا حکم جاری کردیا جائے گا۔‘‘(۲)

قیامُ اللّیل اور سلفِ صالحین کے اَقوال و اَحوال

قیام اللیل میں بندہ نوافل و مناجات کے ذریعے اپنے رضائے الٰہی کا طالب ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام کے نزدیک تعلق بندگی کا یہ بہترین ذریعہ خیال کیا جاتا ہے۔ صوفیاء، عرفِا اور اولیاء کے نزدیک رات بہت چھوٹی ہوتی ہے، وہ رات کو اپنے مولا کے حضور پیش ہوتے ہیں اور لذت و سرور میں یوں گم ہوتے ہیں کہ انہیں رات گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوتا، اسی وجہ سے وہ رات کو ایسے کوتاہ (چھوٹی) جانتے ہیں جیسے عاشق شب وصل کو کوتاہ جانتے ہیں۔ ذیل میں ایسے ہی عاشقوں اور شب زندہ داروں کے اقوال و احوال

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، ابواب التہجد، باب فضل قیام اللیل، ۱: ۳۷۸، رقم: ۱۰۷۰

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عبداللہ بن عمر ص، ۴: ۱۹۲۷۔۱۹۲۸، رقم: ۲۴۷۹

(۲) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۶۹، رقم: ۳۲۴۴

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۴۳۳، رقم: ۳۵۰۸

بیان کیے جاتے ہیں:

۱۔ قائم اللّیل بندوں پر انعاماتِ الٰہیہ کی بارش

دنیا کی کوئی چیز بہشت کے برابر نہیں البتہ نیاز مندانہ عبادت کرنے والے حضرات اپنی مناجاتِ شب میں جو حلاوت پاتے ہیں وہ جنت کی حلاوت کے مشابہ ہے۔ یہ لذت شب بیداروں کے لئے ایسا انعام ہے جو انہیں دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ (م ۶۳۲ھ) میں ایک بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ صبح کے وقت جب شب زندہ داروں کے دلوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ انہیں نور و عرفان سے بھر دیتا ہے اور اس فیض سے مستفیض ہو کر ان کے دل نورانی ہو جاتے ہیں پھر ان کے قلوب کا فیض غافل انسانوں کے دلوں تک پہنچتا ہے۔''(۱)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی پیغمبر پر وحی نازل فرمائی: میرے کچھ بندے ایسے ہیں جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں، انہیں میرا شوق و ذوق ہے اور مجھے بھی ان کا شوق و ذوق ہے، وہ مجھے یاد کرتے ہیں اور میں انہیں یاد کرتا ہوں۔ لہٰذا اگر تم ان کے طریقے پر چلو گے تو میں تم سے محبت کروں گا، اگر تم نے اس راہ سے کنارہ کشی کی تو میں تم سے نفرت کروں گا۔ اس پیغمبر نے اللہ سے دریافت کیا: اے پروردگار! ان لوگوں کی نشانی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ لوگ دن کے وقت سایوں کا ایسے ہی خیال رکھتے ہیں جیسے کوئی چرواہا اپنی بھیڑ بکریوں کا خیال رکھتا ہے، انہیں غروبِ آفتاب کا ایسے ہی انتظار ہوتا ہے جیسے پرندوں کو اپنے آشیانوں کا ہوتا ہے۔ جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ تو ہر ایک اپنے محبوب سے خلوت نشین ہوتا ہے، اس وقت وہ میری عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، میرے کلام کے ذریعے مناجات کرتے ہیں اور گڑگڑا کر میرے انعام کے طلبگار ہوتے ہیں۔ کوئی چلاتا

(۱) سہروردی، عوارف المعارف: ۵۱۸

ہے اور کوئی روتا ہے، کوئی آہیں بھرتا ہے اور کوئی فریاد کرتا ہے۔ وہ تکالیف میری نظروں کے سامنے ہیں جو وہ میری وجہ سے برداشت کرتے ہیں اور میری محبت میں جو فریاد کرتے ہیں میں اسے سنتا ہوں۔ ان پر میری پہلی لطف وعنایت یہ کہ میں اپنے نور کا ایک حصہ ان کے دلوں میں بھر دیتا ہوں۔ اس نور سے وہ میرے اسرار بتاتے ہیں جس طرح میں ان کے اسرار بتاتا ہوں۔ دوسری بخشش یہ ہے کہ اگر ساتوں زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان کے ترازو میں رکھ دیا جائے تو میں ان تمام چیزوں کو ان کے لئے کم سمجھتا ہوں۔ تیسری بخشش یہ ہے کہ میں بذاتِ خود ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ جس کی طرف میری ایسی نظرِ التفات ہو تو میں اسے کیا دونگا؟(۱)

۲۔شب بیداری کی لذّت وحلاوت

۱۔ حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب رات کو تجلی فرماتا ہے تو کہتا ہے: کہاں ہیں وہ جو دن میں میری محبت کا دعویٰ کرتے تھے؟ کیا دوست اپنے دوست سے خلوت کرنا پسند نہیں کرتا دیکھو میں صبح تک اپنے دوستوں کا منتظر ہوں کہ وہ میرے حضور مجھ سے بالمشافہ گفتگو کریں، میں کل جنت میں اپنے دیدار سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا۔

۲۔ حضرت ابو سلیمان علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''کھیل کود میں مشغول لوگوں سے زیادہ لذت شب بیداروں کو رات کی عبادت میں حاصل ہوتی ہے۔ اور اگر انہیں ان کے اعمال کا ثواب صرف شب بیداری کی لذت ہی دیا جائے تو یہ بھی اعمال سے زیادہ اجر ہے۔ مزید فرمایا اگر رات نہ ہوتی تو میں دنیا میں رہنا پسند نہ کرتا۔''

۳۔ بعض صوفیاء کرام فرمایا کرتے کہ دنیا میں کوئی وقت ایسا نہیں جو اہلِ جنت کے

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۷۹

مشابہ ہو البتہ مناجات کی شب وہ حلاوت جو عاجزی کرنے والوں کے دلوں کو ہوتی ہے وہ جنت کی نعمتوں کے مشابہ ہے۔ اللہ نے اس وقت کو صرف ان لوگوں پر ظاہر فرما دیا جو شب بیدار ہیں تاکہ انہیں سکون حاصل ہو اور ان کے سوا دوسروں کو اس کا علم نہیں۔

۴۔ حضرت مکدر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نیک اعمال کے بدلے میں ملنے والی لذتوں میں سے تین باقی رہنے والی ہیں: اول رات کا جاگنا، دوم اللہ کے لئے مخلوق سے ملنا، سوم باجماعت نماز پڑھنا۔

۵۔ کسی مرید نے اپنے شیخ سے شکایت کی کہ میں رات بھر جاگتا ہوں کوئی تدبیر فرمائیے جس سے نیند آ جائے شیخ نے کہا: بیٹا رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی لپٹیں ہو جاگتے دلوں کو لگتی ہیں اور سوتے دلوں کو نہیں لگتیں ان کے لگنے کی تدبیر کر۔ ان لپٹوں کی توقع رات کو زیادہ ہے اس لئے کہ رات کے جاگنے میں دل کی صفائی اور دوسرے کاموں سے علیحدگی ہوتی ہے۔

۶۔ حضرت فضیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''جب رات میرے سامنے آتی ہے تو پہلے مجھے اس کی درازی سے خوف لگتا ہے مگر جب میں قرآن حکیم پڑھنا شروع کرتا ہوں تو تلاوت سے ابھی جی بھی نہیں بھرتا کہ صبح ہو جاتی ہے۔

۳۔ نیند اللہ سے لو لگانے والوں کے قریب نہیں آتی

۱۔ حضرت حسن بن صالح علیہ الرحمۃ کے پاس ایک لونڈی تھی انہوں نے اسے ایک قوم کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ جب آدھی رات ہوئی تو وہ لونڈی اٹھی اور اس نے کہا گھر والو! اٹھو اور نماز پڑھو، انہوں نے پوچھا صبح ہو گئی ہے جو نماز پڑھیں۔ لونڈی نے کہا: تم فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب نہیں دیا، اس کے بعد وہ لونڈی حسن بن صالحؒ کے پاس آ گئی اور کہا: آپ!

نے مجھے ایسے لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے جو تہجد نہیں پڑھتے لہٰذا مجھے واپس لے لیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دام لوٹا دیئے۔

۲۔ حضرت ربیع علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں امام شافعیؒ کے گھر بہت راتیں سویا ہوں، میں نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑی دیر سوتے تھے۔

۳۔ ایک دفعہ لوگوں نے حضرت بشر حافیؒ سے کہا آپ رات کو ایک گھڑی بھی آرام کیوں نہیں کرتے؟ تو انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم ﷺ رات کو اتنا قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تھے، حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کر دیا تھا، جبکہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرا ایک گناہ بھی معاف کیا ہے یا نہیں۔

۴۔ حضرت مغیرہ بن حبیب علیہ الرحمۃ کہتے ہیں: ''میں نے حضرت عبدالواحد بن زید علیہ الرحمۃ کو پورا مہینہ دیکھا کہ رات کو ذرا نہ سوتے تھے، ہر وقت گھر والوں کو کہتے اٹھو! یہ سونے کا وقت نہیں عنقریب تمہیں کیڑے کھائیں گے۔''

۵۔ حضرت عتبہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''میں نے بیس برس رات میں مشقت پائی اور بیس برس تک اس سے محفوظ رہا۔''

۶۔ حضرت ازہر بن مغیث علیہ الرحمۃ فرماتے تھے: ''میں نے ایک رات خواب میں ایک نہایت حسین و جمیل بہشتی حور دیکھی۔ میں نے دریافت کیا کہ تو کس کے لئے ہے؟ اس نے جواب دیا: اس شخص کے لئے جو جاڑوں کی راتوں میں قیامِ لیل کرے۔''

۷۔ حضرت علاء بن زیاد علیہ الرحمۃ تمام رات قیام فرماتے۔ ایک مرتبہ ان کی بیوی نے کہا: آپ کچھ وقت آرام کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے اس کا کہنا مان لیا

اورسو گئے پس ان کو خواب میں ایک آدمی ملا وہ پیشانی کے بال پکڑ کر کہنے لگا: اٹھ اور نماز پڑھ اور اپنے رب کی عبادت کے لطف کو مت کھو، وہ فی الفور اٹھے اور اپنے بال سیدھے کھڑے دیکھے ان کے یہ بال تادم مرگ سیدھے کھڑے رہے۔

۸۔ حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ ایک رات بیت المقدس میں سوئے تو ایک پتھر سے آواز آئی کہ رات کا قیام جہنم کے شعلہ کو بجھاتا ہے اور پل صراط پر قدموں کو مضبوط رکھتا ہے پس تم قیام لیل میں سستی نہ کیا کرو، اس واقعہ کے بعد انہوں نے تادمِ مرگ قیامِ لیل ترک نہ کیا۔

ان اقوالِ صالحین پر عمل سے ہمیں بھی ان جیسے احوال نصیب ہو سکتے ہیں۔

۴۔ اہل اللہ کے معمولاتِ قیامِ شب

اہل اللہ کی محبت صرف اللہ سے ہوتی ہے۔ وہ اس کے لئے گوشہ نشینی کو پسند کرتے ہیں، اس سے مناجات کرنے میں لذت پاتے ہیں۔یہی لذت انہیں رات بھرجاگتے رہنے اوراپنے محبوب حقیقی سے ملاقات کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ ذیل میں چند ایسے مقرب اہل اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنی راتوں کو ذوقِ مناجات اور شوقِ ملاقات کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

۱۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت یحیٰ بن زکریا علیہما السّلام نے ایک دن جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی، معمول کے مطابق ورد نہ پڑھ سکے اور سوگئے یہاں تک کہ صبح ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی، اے یحیٰ! کیا تم نے میرے گھر سے کوئی اچھا گھر پا لیا ہے یا تجھے میرے ہمسائے سے کوئی اچھا ہمسایہ مل گیا ہے؟ اے یحیٰ! قسم ہے مجھے اپنی ذات کی اگر تو جنت کو ایک مرتبہ جھانک لے تو اشتیاق کے مارے تیری چربی پگھل جائے اور تیری جان نکل

جائے اور اگر تو ایک مرتبہ دوزخ کی طرف جھانک لے تو آنسوؤں کی جگہ پیپ سے روئے اور ٹاٹ کے عوض لوہا پہنے۔

۲۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ قرآن میں جب قیامِ شب کے متعلق کوئی آیت دیکھتے تو غش کھا کر گر جاتے یہاں تک کہ کئی دن تک ان کی عیادت کی جاتی وہ اپنے ایامِ خلافت میں نہ رات کو سوتے اور نہ دن کو بلکہ انہیں کبھی بیٹھے بیٹھے غنودگی سی آ جاتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ''اگر میں رات کو سوتا ہوں تو اپنے آپ کو کھوتا ہوں اور مجھ سے اس کے بارے میں بھی باز پرس ہو گی۔

۳۔ حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو میں اندھیرا چھانے پر خوش ہوتا ہوں کہ اب اپنے پروردگار کے ساتھ خلوت ہوگی اور جب فجر ہوتی ہے تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ اب لوگ آ جائیں گے۔''(۱)

۴۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ جب کبھی ضرورت سے زیادہ کھا لیتے تو تمام رات قیام کرتے اور فرماتے: ''جب گدھے کو چارا زیادہ دیا جاتا ہے تو بھاری بوجھ اٹھانے میں اس سے کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔''

۵۔ حضرت طاؤس علیہ الرحمۃ رات کو اپنا بستر بچھاتے اور صبح تک اس پر کروٹیں لیتے رہتے اور بالکل نہ سوتے بسا اوقات نمازِ عشاء سے صبح تک ٹکٹکی باندھے کھڑے رہتے اور کئی مرتبہ سر نیچے کیے فجر تک بیٹھے رہتے اور کلام نہ کرتے۔

۶۔ حضرت مغیرہ بن حبیب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''میں نے حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ کو دیکھا انہوں نے نمازِ عشاء کے بعد وضو کیا پھر اپنی جائے نماز پر

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۷۸

کھڑے ہو کر اپنی داڑھی پکڑ لی اور آنسوؤں سے گلا والا حصہ خشک ہو گیا پھر کہنے لگے: الٰہی! مالک کے بڑھاپے کو دوزخ پر حرام کر دے، الٰہی تجھے معلوم ہے کہ جنت میں کون رہے گا؟ اور دوزخ میں کون رہے گا، ان دونوں فریقوں میں سے مالک کا فریق کون سا ہے اور ان دونوں گھروں میں سے مالک کا گھر کون سا ہے، اس طرح صبح صادق ہونے تک رہتے۔ کہتے ہیں کہ ایک رات مالک بن دینار علیہ الرحمۃ نے اس آیت کو پڑھ پڑھ کر صبح کر دی:

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ○(۱)

”کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیاں کما رکھی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم انہیں اُن لوگوں کی مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (کہ) اُن کی زندگی اور ان کی موت برابر ہو جائے۔ جو دعویٰ (یہ کفّار) کر رہے ہیں نہایت برا ہے ○“

۷۔ حضرت عبدالعزیز بن ابی داؤد علیہ الرحمۃ کے لئے بستر بچھایا جاتا تو وہ بستر کو ہاتھ لگا کر فرماتے: ”تو نہایت نرم ہے مگر جنت کے بستر تجھ سے بھی زیادہ نرم ہیں، پھر نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو صبح تک پڑھتے رہتے۔“

۸۔ سلف صالحین علیہ الرحمۃ کے اعمال میں سے ایک یہ ہے کہ وہ گرمی ہو یا جاڑا ہر حال میں قیام اللیل میں ناغہ نہ آنے دیتے گویا کہ ان پر یہ فرض کر دیا گیا ہے چنانچہ وہ فرماتے کہ جو فقیر رات کے وقت نیند کے غلبہ کے بغیر سو جائے تو اسے طریقت سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

(۱) الجاثیہ، ۴۵: ۲۱

۹۔ میدان شب کے شہسوار بزرگ شیخ محمد بن عنان علیہ الرحمۃ جن کا معمول ہر شب پانچ سو رکعت پڑھنا تھا، قیام اللیل کبھی ترک نہ کرتے اور سردی کے موسم میں بھی تہجد کی نماز چھت پر پڑھتے تھے۔

۱۰۔ حضرت رابعہ عدویہ علیہا الرحمۃ ہر رات کو وضو کر کے خوشبو لگاتیں پھر اپنے خاوند سے کہتیں: کیا آپ کو کچھ ضرورت ہے؟ اگر وہ کہتے کہ نہیں تو پھر صبح تک نماز پڑھتی رہتیں اور اول شب میں دعا کرتیں اے اللہ! تمام آنکھیں سو گئیں ہیں اور ستارے نیچے چلے گئے ہیں اور دنیا کے بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے ہیں لیکن ایک تیرا دروازہ ہے جو بند نہیں ہوتا پس تو مجھے بخش دے پھر وہ نماز کے لئے قدم درست کرتیں اور دعا کرتیں: ''مولا! تیری عزت و جلال کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں تیرے سامنے ہر شب یوں ہی کھڑی رہوں گی۔''

۱۱۔ حضرت بشر حافی، حضرت یزید رقاشی، حضرت مالک بن دینار، حضرت سفیان ثوری اور حضرت ابراھیم بن ادھم علیہم الرحمۃ کا یہی معمول رہا اور مرتے دم تک ہمیشہ تمام رات قیام کرتے رہے۔

۱۲۔ ایک روز حضرت سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ زار و قطار رو رہے تھے۔ کسی نے رونے کا سبب دریافت کیا، انہوں نے فرمایا: میں کیوں نہ روؤں جب رات تاریک ہو جاتی ہے اور لوگ سو جاتے ہیں، ہر حبیب اپنے محبوب کے ساتھ خلوت میں چلا جاتا ہے، اہل محبت اپنے پاؤں پھیلا دیتے ہیں اور محرابوں سے قطرے گرتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام کو پکار کر کہتا ہے اے جبرئیل! جو لوگ میرے کلام سے لذت حاصل کرتے ہیں اور میرے ذکر سے راحت پاتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہیں۔ ان کی خلوت گاہوں سے میں ان کو دیکھتا ہوں، ان کی آہ و زاری کو سنتا ہوں اور رونے کو دیکھتا ہوں۔ اے جبرئیل علیہ السلام تو پکار کر کیوں نہیں پوچھتا کہ یہ رونا کیسا؟ کیا کبھی کوئی حبیب اپنے

محبوب کو عذاب دیتا ہے؟ میرے لیے کیا یہ مناسب ہے کہ میں ان لوگوں کی گرفت کروں جو رات ہوتے ہی میری منت سماجت کرتے ہیں؟ مجھے اپنی ذات کی قسم جب یہ لوگ قیامت کے دن میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے لئے اپنے چہرے سے پردہ اٹھادوں گا تاکہ وہ مجھے دیکھ لیں اور میں انہیں دیکھ لوں۔

۱۳۔ حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ (۴۷۰۔ ۵۶۱ ھ) کے معمولاتِ شب کے متعلق محمد بن ابو الفتح ہروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”میں نے چالیس سال حضرت شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی خدمت کی، اس عرصہ میں آپ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے۔ اگر کبھی وضو ٹوٹ جاتا تو اسی وقت وضو کرتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے، عشاء کی نماز کے بعد خلوت خانہ میں چلے جاتے، کسی دوسرے کو وہاں جانے کی اجازت نہ ہوتی اور فجر سے پہلے باہر تشریف نہ لاتے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ خلیفہ وقت ملاقات کے لئے حاضر ہوا لیکن فجر سے پہلے ملاقات نہ کر سکا۔ ابو الفتح علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ مجھے چند راتیں آپ کے ساتھ گزارنے کا اتفاق ہوا، آپ علیہ الرحمۃ رات کے ابتدائی حصہ میں نماز پڑھتے، پھر ذکر کرتے یہاں تک کہ رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا پھر کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے، یہاں تک کہ رات کا دوسرا تہائی حصہ گزر جاتا۔ آپ علیہ الرحمۃ کا سجدہ طویل ہوتا، پھر طلوع فجر تک مراقبہ کرتے۔[1]

اگر ہم اپنی زندگیوں میں اپنے اسلاف کے ان معمولات کو پختہ و راسخ کر لیں تو ہم بھی بارگاہِ الٰہیہ سے انوار و تجلیات کے خزانوں سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔

قیامِ شب کی توفیق کیسے نصیب ہوتی ہے؟

رات کے قیام اور نیند کے متوازن ہونے کا امتیاز نہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ

(۱) عبد القادر جیلانی، الفتح الرّباني والفیض الرحماني: ۴۳

کو ہی حاصل ہے آپ ﷺ کا قلب اللہ تعالیٰ کی وحی سے ہمیشہ بیدار رہتا مگر عام بندوں کو یہ توفیق چند خاص امور سے ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ امور سالک کے لئے زادِ راہ ہیں جس کے بغیر سفر طے نہیں ہوسکتا جو شخص اس راہ پر چلنا چاہے وہ اس کی تدابیر اختیار کرے اور اس کا زادِ راہ حاصل کرے۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) ''قوت القلوب'' میں لکھتے ہیں: قیامِ شب کی توفیق حسب ذیل امور ملحوظ رکھنے سے حاصل ہوسکتی ہے:

۱۔ دل میں ایک دائمی غم داخل ہو جائے جو اسے بے چین کیے رکھے۔

۲۔ دائمی بیداری قلب میں آ جائے جو اسے بیدار رکھے۔

۳۔ عذاب کا خوف ہو یا ثواب کی امید کا شوق ہو۔

۴۔ وہ شخص ملکوت میں فکر کرتا رہے۔

۵۔ حلال کھانا کھائے۔

۶۔ کھانے سے معدہ خالی ہو اور پینے میں بھی کمی ہو۔

۷۔ دن میں قیلولہ کرلیا کرے۔

۸۔ امورِ دنیا میں بدن کو نہ تھکائے۔

۹۔ توبہ پر ثابت قدم رہے۔

۱۰۔ باعثِ قیامِ شب کا پختہ عزم (۱)

ان پابندیوں سے جو کوئی شب بیداری کے عزمِ مصمم کے ساتھ نیند کے غلبہ کے ہونے پر سو جائے تو اس کو قیام اللیل کی توفیق ضرور میسر آئے گی، ورنہ نفس کا کیا ہے۔ اگر اسے نیند کی رغبت دلائی جائے اور سونے کا خُوگر بنا دیا جائے تو وہ خوب آزاد ہو جاتا ہے مگر

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۸۲

جب پختہ عزم کے ساتھ اس پر قابو پا لیا جائے تو گہری نیند میں بھی وہ آزاد نہیں رہتا۔ یہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○(۱)

’’ان کے پہلو اُن کی خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور امید (کی مِلی جُلی کیفیت) سے پکارتے ہیں اور ہمارے عطا کردہ رِزق میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں○‘‘

بندگانِ خدا کا یہ عزمِ صادق ان کے پہلوؤں اور ان کے بستروں کے درمیان جدائی پیدا کر دیتا ہے اور وہ اپنے بستروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ نفس کی ایک نظر جسمانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے نیچے کی طرف اور دوسری نظر روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے عالمِ بالا کی طرف اربابِ عزم و ہمت اپنے پہلو اپنی خواب گاہوں سے اس لیے جدا رکھتے ہیں کہ ان کی نظریں روحانی مدارج کی تکمیل کرنے کے لئے عالمِ بالا کی طرف ہر وقت لگی رہتی ہیں، وہ ضروری بقدرِ کفایت سو کر نفس کا حق تو ادا کرتے ہیں مگر اسے نیند کی لذت سے محروم رکھتے ہیں۔ ان شب زندہ داروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ○(۲)

’’بھلا (یہ مشرک بہتر ہے) یا وہ (مومن) جو رات کی گھڑیوں میں سجود اور قیام

(۱) السجدة، ۳۲: ۱۶

(۲) الزمر، ۳۹: ۹

کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہوسکتے ہیں۔ بس نصیحت تو عقل مند لوگ ہی قبول کرتے ہیںo''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رات کے وقت کھڑے ہو کر عبادت کرنے والوں کو اہل علم قرار دیا ہے اس لئے کہ انہوں نے معرفتِ الٰہی کے علم سے اپنے نفوس کو اپنے پہلے مقام سے جنبش دے کر حقیقت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا اسی وجہ سے ان کے پہلو ان کی خواب گاہوں سے جدا رہتے ہیں، اور وہ روحانی لذت حاصل کرتے رہتے ہیں۔

قیامِ شب سے محرومی کے اَسباب

شب خیزی کی توفیق اللہ رب العزت کی طرف سے عطا ہوتی ہے لیکن اگر توفیق ملنے کے بعد اس کو برقرار رکھنے میں غفلت برتی جائے تو قیامِ شب سے محرومی ہمیشہ کا مقدر بن جاتی ہے۔ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ (م ۶۳۲ھ) اس محرومی کے حوالے سے صوفیاء کرام کے درج ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

۱۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ سے کسی نے دریافت کیا اے ابو سعید! میں تندرستی کی حالت میں رات بسر کرتا ہوں، عبادت کے لئے رات کو اٹھنا چاہتا ہوں، اپنا سامان طہارت اور وضو بھی تیار رکھتا ہوں، پھر کیا بات ہے کہ میں نہیں اٹھ سکتا۔ انہوں نے فرمایا: ''تمہارے گناہوں نے تمہیں مقید کر لیا ہے، اس لیے دن کے وقت گناہوں سے بچنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ وہ رات کے وقت کو مقید کر لیں۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے شب بیداری اور دن کے روزے سے محروم ہو جاتا

ہے۔

۲۔ شیخ نوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: میں کسی گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے سات مہینے شب بیداری سے محروم رہا۔ ان سے پوچھا گیا وہ کونسا گناہ تھا؟ انہوں نے فرمایا: میں نے ایک آدمی کو روتے دیکھا اور دل میں خیال کیا کہ یہ ریا کاری ہے۔

۳۔ ایک شیخ فرماتے ہیں: میں کرز بن دسرہ علیہ الرحمۃ کے پاس گیا، وہ رو رہے تھے میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ کیا کسی قریبی دوست کی وفات ہوگئی ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس سے بھی سخت بات ہے، میں نے پوچھا کوئی تکلیف اور درد ہے؟ فرمایا: اس سے بھی سخت بات ہے۔ میں نے پھر پوچھا آخر بات کیا ہے؟ فرمایا کہ میرا دروازہ بند ہے، پردہ لٹک رہا ہے اور گزشتہ رات کو میں اپنا ورد نہیں کر سکا یہ صرف ایک گناہ کے باعث ہوا۔

نیز شب بیداری میں درج ذیل چیزیں بھی حائل ہوتی ہیں۔ دنیا کے بہت سے کاموں میں مشغول رہنا، اعضاء کا تھک جانا، شکم سیر ہونا، بہت زیادہ باتیں کرنا اور شور و غل کرنا نیز دن کا قیلولہ ترک کرنا وغیرہ، بہرحال کامیاب وہی ہے جو اپنے وقت کو غنیمت سمجھے، اپنے درد اور اس کی دوا سے واقف ہو، اس میں غفلت نہ اختیار کرے، اور ان تمام وجوہات کو دور کرکے قیامِ شب کی عادت کو پختہ کرے۔(۱)

۴۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) نے ''قوت القلوب'' میں قیامِ شب سے محرومی کا ایک سبب مشتبہ چیزوں کا کھانا قرار دیا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض علماء کرام کا فرمان ہے ''جب روزہ رکھو تو دیکھو کہ کس کے پاس افطار کر رہے ہو؟ اور کس کھانے پر افطار کر رہے ہو؟ اس لیے کہ کبھی بندہ ایسا کھانا کھا لیتا ہے جس کی نحوست سے اس کی پہلی حالت بگڑ جاتی ہے اور پہلے

(۱) شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف: ۵۳۵

والی اچھی حالت لوٹ کر نہیں آتی۔ ایسے کئی کھانے قیامِ شب میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں۔(۱)

اَوقاتِ شب کی تقسیم

حضور نبی اکرم ﷺ، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے ایک جماعت کا طریقہ کار یہ تھا کہ رات کا کوئی ایک حصہ عبادت کے لئے اور باقی حصہ آرام کے لئے مقرر فرماتے رات کے اوقات کی تقسیمِ شب کے متعلق دو روایات منقول ہیں جس میں مزید کے لئے دو انتخاب (options) ہیں پہلی روایت کے مطابق اگر کوئی چاہے تو نصف شب قیام کرے اور رات کی ابتداء اور آخر میں سو جائے۔ دوسری روایت کے مطابق نصف رات تک سوتا رہے پھر تیسرا حصہ قیام کرے اور آخری حصہ میں دوبارہ سو جائے، یہی افضل ترین قیامِ شب ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا اور حضور نبی اکرم ﷺ کا بھی یہی معمول رہا۔ سورۃ مزمل کی پہلی دو آیات میں آپ ﷺ کے قیامِ شب کا ذکر ہے۔ ائمہ مفسرین ''وَ نصفه و ثلثه'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نصف شب سے کم یعنی چوتھائی یا تہائی رات قیام فرماتے اور تہائی سے کم یعنی چوتھائی حصہ سے مراد یہ ہے آپ ﷺ رات کا چھٹا حصہ یا بارہواں حصہ قیام فرماتے تھے۔(۲)

حضرت حمید علیہ الرحمۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تم حضور نبی اکرم ﷺ کو رات کے وقت نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے، اگر تم حضور نبی اکرم ﷺ کو سویا ہوا دیکھنا چاہتے تو دیکھ لیتے۔(۳)

---

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۸۵

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۴۳۸

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب التہجد، باب قیام النبی ﷺ باللیل و نومه، ۱: ۳۸۳، رقم: ۱۰۹۰

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا معمول توازن و اعتدال پر مبنی تھا آپ ﷺ کچھ رات آرام فرماتے اور نہ کچھ رات قیام فرماتے۔

شب بیداروں کے چار گروہ اور ان کی عبادات

اہلِ تصوف و روحانیت کے نزدیک شب بیداروں کے چار گروہ ہیں:

۱۔ اول شب میں عبادت کرنے والے

۲۔ نصف شب میں عبادت کرنے والے

۳۔ آخر شب میں عبادت کرنے والے

۴۔ تمام رات عبادت کرنے والے[(۱)]

۱۔ اَوّل شب قیام کرنے والے

اول شب میں عبادت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو تمام رات عبادت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، عبادت انہیں تھکا دیتی ہے اور آخرکار تھکن ان پر غالب آ جاتی ہے۔ یہ محض اول شب تک اوراد و وظائف کرنے والے لوگ ہیں۔ اول شب میں عبادت اور وظائف و اوراد کے بارے میں امام غزالی علیہ الرحمۃ (۴۵۰۔ ۵۰۵ ھ) اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں لکھتے ہیں: سالکِ طریقت کے لئے ضروری ہے کہ غروب آفتاب کے وقت باوضو قبلہ رو بیٹھ کر رات کی آمد اور نماز مغرب کا انتظار کرے۔ اس موقع پر افضل ترین تسبیح ''استغفار'' ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضور نبی اکرم ﷺ سے ارشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۳۳

بِالۡعَشِيِّ وَالۡاِبۡكَارِ ۝[1]

’’پس آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنی اُمت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے اور صبح و شام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کیجئے۔‘‘

نمازِ مغرب کے فرائض ادا کرنے کے بعد دو رکعت سنتِ فوری ادا کرے کیونکہ یہ سنتیں بھی فریضہ میں شمار ہوتی ہیں۔ نمازِ مغرب کے بعد کسی سے کلام کئے بغیر چھ رکعت نوافل نماز اوابین ادا کرے۔[2]

(۱) نماز اوّابین

یہ مغرب اور عشاء کے درمیان کی نماز ہے جو کم از کم دو (۲) طویل رکعات یا چھ (۶) مختصر رکعات سے لے کر زیادہ سے زیادہ بیس (۲۰) رکعات پر مشتمل ہے۔ یہ اجر میں بارہ سال کی عبادت کے برابر بیان کی گئی ہے۔ اس کی فضیلت اور انوار و برکات نماز تہجد جیسی ہیں۔ ممکن ہو تو اس کا معمول پختگی سے اپنایا جائے خواہ کم سے کم دو رکعات ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ خاص قبولیت، قرب، تجلیات اور انعامات کا وقت ہے اس کے اسرار بے شمار ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سے پوچھا:

هل علمت أن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم كان يأمر بالصلاة بعد المكتوبة قال: نعم بين المغرب والعشاء۔[3]

(۱) المؤمن، ۴۰: ۵۵

(۲) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۵۲۸

(۳) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۳۲۔۱۳۳، رقم: ۳۱۰۶

’’کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ فرض نماز کے بعد کسی اور نماز کے پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں آپ ﷺ مغرب اور عشاء کے درمیان (صلوۃ الاوابین) پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔‘‘

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعات نفل اس طرح (مسلسل) پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو اس کے لئے یہ نوافل بارہ برس کی عبادت کے برابر شمار ہوں گے۔(۱)

۳۔ امام دیلمی علیہ الرحمۃ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

عليكم بالصّلاة فيما بين العشاءين فإنها تذهب بملاغاة أول النهار و مهدنة آخره مهدنة مضعفة۔(۲)

’’تم پر مغرب وعشاء کے درمیان کی نماز (نمازِ اوّابین) ضروری ہے اس لئے کہ یہ نماز ابتدائے دن کی لغویات کو اور آخری حصے کی پر سکون نیند کو ختم کرتی ہے (تاکہ انسان تہجد وغیرہ پڑھ سکے)۔‘‘

۴۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من صلّى بعد المغرب ستّ ركعات غفرت له ذنوبه ولو كانت مثل زبد البحر۔(۳)

’’جو شخص نماز مغرب کے بعد چھ رکعت نوافل ادا کرے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔‘‘

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحيح، أبواب الصلاة، باب ما جاء في فضل التطوع و سِتّ ركعات بعد مغرب، ۱: ۴۵۶، رقم: ۴۳۵

(۲) ديلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۳: ۱۸، رقم: ۴۰۲۹

(۳) ہيثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۴۰۰، ۴۰۱، رقم: ۳۳۸۰

۵۔ نمازِ اوابین کی پہلی دو رکعت میں سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھنا افضل ہے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أن النّبي ﷺ كان يقرأ في الركعتين بعد المغرب ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ و ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾۔ (۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ نمازِ مغرب کے بعد (صلوۃ اوابین) کی دو رکعات میں سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔''

اگر عبادت گزار مغرب اور عشاء کے درمیان مسجد میں بیٹھ کر لگاتار عبادت کرتا رہے تو اسے اعتکاف اور دونوں نمازوں کے درمیان لگاتار نماز پڑھنے کا ثواب حاصل ہوگا اور اللہ کی بارگاہ میں اس کے درجات بلند ہوں گے۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ہم میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی (اگلی نماز کے انتظار میں) جو بیٹھنے والے حضرات تھے وہ بیٹھ گئے اور جو جانے والے تھے چلے گئے۔ (تھوڑی دیر بعد) حضور نبی اکرم ﷺ اس تیزی سے تشریف لائے کہ آپ ﷺ کا سانس (مبارک) پھولا ہوا تھا اور آپ ﷺ نے اپنے گھٹنوں کے سہارے بیٹھ کر فرمایا:

أَبْشِرُوْا هَذَا رَبُّكُمْ قَدْ فَتَحَ بَابًا مِنْ أَبْوَاب السَّمَاءِ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ، يَقُوْلُ: انْظُرُوْا إِلَى عِبَادِي قَدْ قَضَوْا فَرِيْضَةً وَهُمْ يَنتَظِرُوْنَ أُخْرَى۔ (۲)

---

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۰: ۱۴۱، رقم: ۱۰۲۵۱

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، باب الصلوۃ قبل المغرب وبعدھا، ۲: ۲۳۰

(۲) ۱۔ ابن ماجة، السنن، كتاب المساجد والجماعة، باب لزوم ←

’’تم خوش ہو جاؤ کہ تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہے اور تمہارا ذکر فرشتوں سے فخریہ فرما رہا ہے کہ میرے بندوں کی جانب دیکھو ایک فریضہ پورا کر کے دوسرے فریضہ کا انتظار کر رہے ہیں۔‘‘

حدیثِ مبارکہ کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود دروازہ کھول کر اور فرشتوں کو مخاطب فرما کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فخر کرتے ہوئے انہیں یہ منظر دکھا رہا ہے وہ اپنے عبادت گزار بندوں پر اتنی خوشی کا اظہار صرف اس لئے فرما رہا ہے کہ وہ عبادت و بندگی میں مصروف ہیں۔

اوراد و وظائف کے بارے میں شب زندہ دار کی اپنی مرضی ہے اگر وہ چاہے نماز کے بعد پڑھے یا اگر چاہے تو سورۃ اخلاص اور سورۃ فاتحہ کے ساتھ ملا کر بیس رکعت نماز میں پڑھ لے اور اگر دو رکعت پڑھے تو طویل قیام کرے اور قیام میں اپنے روزمرہ کے قرآنی اوراد کی تلاوت کرے یا بار بار ایسی دعا پڑھے جس میں دعا اور تلاوت دونوں کا فائدہ ہو۔ اس کے بعد نمازِ عشاء ادا کرے۔

(۲) نمازِ عشاء کے بعد چار رکعت نوافل

نمازِ عشاء کے بعد چار رکعت جو نوافل ادا کئے جائیں ان کو صلوۃ اللیل کہتے ہیں۔ نمازِ ان نوافل کا اجر شبِ قدر کی رات (چار رکعت نوافل) پڑھنے کی طرح ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمازِ عشاء کے بعد گھر میں داخل ہو کر بیٹھنے سے قبل چار رکعت نوافل ادا فرماتے تھے۔ حدیثِ مبارکہ میں ان رکعات کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص نمازِ عشاء کے بعد چار رکعات اس طرح ادا کرے کہ پہلی دو رکعتوں

------ المساجد وانتظار الصلاۃ، ۱: ۴۳۶، رقم: ۸۰۱

۲۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۸۶، رقم: ۶۷۵۱

میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ الکافرون اور سورۃ اخلاص پڑھے اور آخری دو رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ السجدۃ اور **تبارک الذی بیدہ الملک** پڑھے تو اس کے لئے یہ چار رکعت ایسے ہی ہوں گی جیسے شبِ قدر میں ادا کی ہوں۔‘‘(۱)

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) حضرت سعد بن سعید، حضرت کرز بن بسرہ علیہم الرحمۃ (جو ابدال میں سے تھے) سے ایک طویل روایت نقل کرتے ہیں:

’’میں نے حضرت خضر علیہ السلام سے عرض کیا: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو رات کو کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: جب تم عشاء کی نماز پڑھ لو تو کوئی کلام کئے بغیر دو رکعت نماز اس طرح ادا کرو کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص سات بار پڑھو۔ اس کے بعد کسی سے بات کئے بغیر گھر واپس چلے جاؤ اور دو رکعت گھر میں ادا کرو اور ہر رکعت میں ایک بار سورۃ فاتحہ اور سات بار سورۃ اخلاص پڑھو، پھر سلام پھیر کر سجدہ کرو اور سات بار استغفار کرو، پھر سات بار حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھو اور سات بار یہ کلمات کہو:

سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

’’اللہ پاک ہے اور ساری حمد اللہ کے لئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ بزرگ و برتر کی (توفیق کے) بغیر نہ برائی سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی استطاعت۔‘‘

پھر سجدہ سے سر اٹھا لو اور سیدھا بیٹھ کر دونوں ہاتھ (دعا کی طرح) بلند کر کے یوں دعا کرو:

(۱) ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۴۰۲، رقم: ۳۳۸۶

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الإِكْرَامِ يَا إِلٰهَ الْأَوَّلِيْنَ وَ الْآخِرِيْنَ يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ۔

’’اے زندہ! اے ہر چیز کو قائم رکھنے والے، اے صاحبِ جلال و اکرام، اے اولین و آخرین کے معبود، اے دنیا و آخرت پر رحم کرنے والے اور ان پر مہربان، اے پروردگار، اے پروردگار، اے پروردگار، اے اللہ، اے اللہ، اے اللہ۔‘‘

اس کے بعد قبلہ رُخ ہو کر دائیں پہلو پر سو جاؤ اور سو جانے تک حضور نبی اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھتے رہو۔ میں نے عرض کیا: آپ مجھے یہ تو بتا دیں کہ آپ نے یہ دُعا کس سے سُنی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: جب حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ دعا عطا کی گئی اور سکھائی گئی تو میں اس وقت آپ ﷺ کے پاس حاضر تھا۔ یہ سب میری موجودگی میں ہوا، جس سے آپ ﷺ نے سیکھی میں نے بھی اسی سے سیکھی اور جو آدمی بھی حسنِ نیت اور یقین کے ساتھ اس نماز اور دعا پر مداومت کرے گا وہ دنیا سے جانے سے پہلے حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت ضرور کرے گا۔ بعض لوگوں نے یہ وِرد کیا تو انہوں نے دیکھا کہ وہ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں انبیاء علیھم السلام کی زیارت کی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے بھی شرف یاب اور آپ ﷺ سے ہم کلام ہوئے اور تعلیم حاصل کی۔‘‘(۱)

اس کے بعد اگر مزید عبادت کی استطاعت رکھتا ہو تو عبادت میں مشغول رہے اور اگر سونا چاہے تو سو جائے۔

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب: ٢٦

۲۔ نصف شب قیام کرنے والے

نصف شب عبادت کرنے والے اللہ کے عظیم، مقرب، اطاعت گزار اور فرمانبردار بندے ہیں۔ وہ قانتین (ہمیشہ اطاعت و فرمانبرداری میں رہنے والے) کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نصف شب قیام فرماتے تھے، ان کی نماز اور روزے اللہ تعالیٰ کو بہت پسند تھے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام (نفل) نمازوں میں سب سے محبوب نماز صلوٰۃِ داؤد علیہ السلام ہے اور سب سے محبوب روزہ صومِ داؤد علیہ السلام ہے وہ نصف رات تک سوتے (پھر اٹھ کر) ایک تہائی قیام کرتے اور پھر چھٹے حصے میں سو جاتے۔ نیز وہ ایک روز روزہ رکھا کرتے اور ایک روز چھوڑ دیا کرتے۔''(۱)

۲۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) ''قوت القلوب'' میں سیدنا داؤد علیہ السلام کے متعلق ایک خوبصورت روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہِ الٰہیہ میں عرض کیا: اے پروردگار! میں چاہتا ہوں کہ تیری عبادت کروں تو کس وقت عبادت کے لئے اٹھوں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی: اے داؤد! تم نہ تو رات کے شروع میں اور نہ ہی رات کے آخر میں اٹھا کرو، جو رات کے اول وقت میں اٹھ کر عبادت کرتا ہے تو وہ رات کے آخر وقت میں سوتا ہے اور جو آخر وقت میں اٹھتا ہے وہ اول وقت میں سوتا ہے بلکہ ہمیشہ آدھی رات کے وقت اٹھا کرو تاکہ تمہیں بھی میرے ساتھ خلوت میسر ہو اور میں تمہارے ساتھ تنہا رہوں اور اسی وقت اپنی ضروریات میرے سامنے پیش کرو۔(۲)

(۱) بخاری، الصحیح، أبواب التہجد، باب من نام عند السحر، ۱: ۳۸۰، رقم: ۱۰۷۹

(۲) أبوطالب مکي، قوت القلوب، ۱: ۴۷، ۴۸

۳۔ آخرِ شب قیام کرنے والے

رات کو آرام کی نیند چھوڑ کر بستروں سے الگ ہونا انسانی طبیعت پر گراں گزرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرض نماز کے بعد رات کی پچھلی گھڑی میں عبادت کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔ صحاح ستہ میں رات کے تہائی حصہ میں قیام کرنے کی فضیلت متعدد مقامات پر وارد ہوئی ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص سو جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، جب وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش اٹھتا ہے ورنہ بصورت دیگر اس کی صبح خباثت اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔''(۱)

۲۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں اللہ کا قرب زیادہ ہو؟ یا اس وقت میں اللہ کی یاد کی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! بندہ سب اوقات سے زیادہ اللہ کے نزدیک پچھلی رات کو ہوتا ہے (کیونکہ اس وقت اللہ عزوجل پہلے آسمان پر جلوہ افروز ہوتا ہے) اگر تم اس کی استطاعت رکھتے ہو تو اس وقت اللہ کو یاد کرنے

---

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب ماروی فیمن نام اللیل أجمع حتی أصبح، ۱: ۵۳۸، رقم: ۷۷۶

۲۔ بخاری، الصحیح، أبواب التھجد، باب عقد الشیطان علی قافیۃ الرأس إذا لم یُصل باللّیل، ۱: ۳۸۳، ۳۸۴، رقم: ۱۰۹۱

والوں میں سے بنو۔‘‘(۱)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ہر رات جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے آسمان دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور فرماتا ہے، ہے کوئی جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی جو مجھ سے سوال کرے اور میں اسے عطا کروں، ہے کوئی جو مجھ سے معافی چاہے اور میں اسے بخش دوں۔‘‘(۲)

نمازِ تہجد

قرآنی آیات اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معمولاتِ شب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آخری رات کی عبادت میں نمازِ تہجد کو خاص اہمیت حاصل ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○(۳)

’’اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی) قرآن کے ساتھ (شب خیزی کرتے

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب المواقیت، باب النهی عن الصلاة بعد العصر، ۱: ۱۹۹، رقم: ۵۷۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۵۳، رقم: ۱۱۶۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، أبواب التهجد، باب الدعا و الصلاة من آخر الليل، ۱: ۳۸۴، ۳۸۵، رقم: ۱۰۹۴

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب فی الدعا و الذکر فی آخر الليل و الإجابة فيه، ۱: ۵۲۱، رقم: ۷۵۸

(۳) بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۹

ہوئے) نمازِ تہجد پڑھا کریں یہ خاص آپ کے لئے زیادہ (کی گئی) ہے یقیناً آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اوّلین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے)o‘‘

نمازِ تہجد کو بعد نمازِ عشاء سو کر جس وقت بھی چاہیں ادا کیا جاسکتا ہے مگر مستحب اوقات دو (۲) ہیں: نصف شب یا آخر شب۔ حضرت اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رات کی نماز کیسی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كَانَ يَنَامُ أَوَّلَهُ، وَيَقُوْمُ آخِرَهُ، فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى فِرَاشِهِ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ وَثَبَ، فَإِنْ كَانَ بِهِ حَاجَةٌ اغْتَسَلَ، وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ۔(۱)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے حصے میں سوتے اور آخری حصے میں قیام (تہجد نماز کی صورت میں) فرماتے، پھر اپنے بستر کی طرف لوٹتے جب مؤذن اذان کہتا تو اٹھتے اور اگر حاجت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے مسجد تشریف لے جاتے۔‘‘

نمازِ تہجد صلوٰۃ اللیل کی ایک قسم ہے۔ یہ نماز تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے مناجات اور ملاقات کا دروازہ ہے اور اس وقت انوار و تجلیات کا خاص نزول ہوتا ہے احادیثِ مبارکہ میں اس کی بہت زیادہ فضیلت بیان ہوئی ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) بخاری، الصحيح، أبواب التهجد، باب من نام أوّل الليل وأحيا آخره، ۱: ۳۸۵، رقم: ۱۰۹۵

أَفْضَلُ الصَّلَاةِ، بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ اللَّيْلِ۔ (۱)

’’فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے تہجد گزاروں کی شان میں بے شمار نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ’’تورات میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جن کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں، کسی انسان کے دل میں ان کا خیال (تک) نہیں آیا، نہ ہی انہیں کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم بھی قرآن حکیم میں اس (مفہوم) کے ہم معنی آیت تلاوت کرتے ہیں:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ج جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o (۲)

’’سو کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے، یہ ان (اعمالِ صالحہ) کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے رہے تھے o‘‘ (۳)

احادیثِ مبارکہ میں نمازِ تہجد کو مسلسل پڑھنے کی تاکید بیان ہوئی ہے، سلفِ صالحین کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ وہ جو عمل شروع کرتے اس پر ہمیشگی اختیار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل محبوب اور پسندیدہ ہے جو مداومت کے ساتھ کیا جائے۔

---

(۱) مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فضل صوم المحرم، ۲: ۸۲۱، رقم: ۱۱۶۳

(۲) السجدة، ۳۲: ۱۷

(۳) ۱۔ حاکم، المستدرك، ۲: ۴۴۸۔ ۴۴۹، رقم: ۳۵۵۰

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۷: ۵۹، رقم: ۳۳۹۹۲

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: ’’اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو پہلے قیام کیا کرتا تھا اور پھر اس نے رات کو قیام کرنا ترک کر دیا ہو۔‘‘(۱)

اس حدیثِ مبارکہ میں نمازِ تہجد مسلسل اور باقاعدگی سے پڑھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

(ا) نمازِ تہجد کی تعدادِ رکعات

نمازِ تہجد کی مسنون رکعات کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ (۸) ہیں اور مشائخ کے ہاں بارہ (۱۲) رکعت کا بھی معمول رہا ہے۔ تہجد کے لئے اٹھنے کا یقین ہو تو وتر رات کو چھوڑے جاسکتے ہیں اس صورت میں وتر کو نمازِ تہجد کے ساتھ آخر میں پڑھیں، یوں کل گیارہ رکعات بن جائیں گی۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا:

’’حضور نبی اکرم ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے اور یہ آپ کی رات کی نماز ہوتی۔ اس میں آپ ﷺ سجدہ ایسا کرتے کہ آپ ﷺ کے سر اٹھانے سے پہلے تم میں سے کوئی پچاس آیتیں پڑھ لیتا اور نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے پھر اپنی داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے یہاں تک کہ موذن نماز کی اطلاع دینے حاضر ہو جاتا۔‘‘(۲)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، أبواب التھجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ۱: ۳۸۷، رقم: ۱۱۰۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الوتر، باب ماجاء فی الوِتر، ۱: ۳۳۸، رقم: ۹۴۹

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، ۱: ۵۰۸، رقم: ۷۳۶

حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ آٹھ رکعت نمازِ تہجد اور تین رکعت وتر ادا فرماتے تھے۔اس حدیث میں نماز فجر سے پہلے دو رکعت سے مراد فجر کی دو سنتیں ہیں۔

(۲) نمازِ تہجد کا طریقہ

وضو کر کے سالک دو، دو رکعت کی نیت کر کے نماز ادا کرے یہی سنت نبوی ﷺ ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ!

كَيفَ صَلَاةُ اللَّيلِ؟

’’رات کی نماز کس طرح ہے؟‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَثْنَى مَثْنَى۔ (۱)

’’دو دو رکعتیں۔‘‘

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) ’’قوت القلوب‘‘ میں نماز تہجد کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تہجد گزار ہر پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد یہ آیت پڑھے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْآ اَنْفُسَهُمْ جَآءُ وْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَ اسْتَغْفَرَ

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، أبواب التهجد، باب كيف كان صلاة النبی ﷺ، ۱:۳۸۲، رقم: ۱۰۸۶

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب صلاة الليل مثنیٰ، و الوتر ركعته من آخر الليل، ۱:۵۱۶، رقم: ۷۴۹

لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا○ (۱)

”اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے○“

اس کے بعد دوسری رکعت میں کوئی اور توبہ واستغفار یا دعا و مناجات والی آیات پڑھے، پھر استغفار کرے، بعد ازاں اپنی استطاعت کے مطابق دو دو کر کے آٹھ یا بارہ رکعات نمازِ تہجد ادا کرے اور جس کو یہ آیات یاد نہ ہوں تو ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ تین تین مرتبہ پڑھے اور بعض سالکین فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص ایک بار دوسری رکعت میں دو مرتبہ، تیسری رکعت میں تین بار اسی طرح بارہویں رکعت میں بارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد یَا حَيُّ یَا قَيُّوْم یالَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ سجدے میں کہے۔(۲)

وتر چھوڑنا صرف اس کے لئے جائز ہے جسے رات کو اٹھنے پر اعتماد ہو ورنہ نمازِ عشاء کے ساتھ ہی وتر ادا کرنا بہتر ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا تو وہ اول رات وتر پڑھ لے اور جس شخص کو رات کے آخری پہر میں اٹھنے کا اعتماد ہو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے کیونکہ اخیر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔“(۳)

---

(۱) النساء، ۴: ۶۴

(۲) أبو طالب مكي، قوت القلوب، ۱: ۴۶

(۳) مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب من خاف أنه لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله، ۱: ۵۲۰، رقم: ۷۵۵

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جو شخص تہجد کے وقت وتر پڑھے تو سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا تین بار پڑھے:

سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ رَبِّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ جَلَّلْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْعَظْمَةِ وَالْجَبْرُوْتِ وَ تَعَزَّزْتَ بِالْقُدْرَةِ وَ قَهَرْتَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ۔(۱)

’’اے مالک القدوس، فرشتوں اور روح کے پروردگار تو پاک ہے تو نے (اپنی) عظمت و جبروت سے آسمانوں اور زمین کو ڈھانپ لیا ہے اور تو اپنی قدرت سے غالب ہوا ہے اور تو نے موت سے بندوں کو مغلوب کر دیا ہے۔‘‘

وتر ادا کرنے کے بعد سونا بہتر ہے کیونکہ وتر ادا کرنے کے بعد نمازِ فجر تک سونا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کے اول حصہ میں سو جاتے اور آخر حصہ میں بیدار ہوتے...... اس (قیام) کے بعد پھر سو جاتے اور جب پہلی اذان ہوتی تو اٹھ جاتے۔(۲)

سنت نبوی ﷺ کے مطابق سلفِ صالحین لیٹ جانے کو پسند فرماتے تھے۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) لکھتے ہیں کہ آخری رات میں سونا دو وجوہ سے مستحب سمجھا جاتا ہے:

۱۔ اس سے صبح کی نماز میں اونگھ سے نجات مل جاتی ہے، اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح کی نماز میں اونگھنے کو برا سمجھتے اور جو اونگھ رہا ہوتا اسے نمازِ فجر کے بعد سونے کا حکم دیتے تھے۔

---

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۴۶

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرها، باب صلاۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، ۱: ۵۱۰، رقم: ۷۳۹

۲۔ چہرے کی زردی ختم ہو جاتی ہے۔[1]

اہلِ شہود کے لئے خصوصاً آخری تہائی شب میں سونا مشاہدہ میں زیادتی کا باعث ہوتا ہے۔ اس وقت ان پر ملکوتی راز کھلتے ہیں اور جبروتی علوم کا ملکہ حاصل ہوتا ہے اس طرح شب بیداروں اور مجاہدہ کرنے والوں کے لئے سونا بھی راحت وسکون کا باعث بنتا ہے۔

(۳) تہجد کے وقت کے اَذکار

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ (م ۳۸۶ھ) اپنی کتاب ''قوت القلوب'' (ص: ۷۵، ۷۶) میں لکھتے ہیں کہ جب سالک رات کو نمازِ تہجد کے لیے اُٹھے تو یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی أَحْیَانِی بَعْدَ إِذْ تَوَفَّانِی وَ إِلَیْہِ النُّشُوْرُ۔

''سب حمد اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے وفات دینے کے بعد زندہ کیا اور اس کی طرف پھر اٹھ کر جانا ہے۔''

پھر سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھے اور مسواک کر کے وضو کرے۔ اس کے بعد یہ دعا کرے:

سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ أَسْتَغْفِرُکَ وَ أَسْأَلُکَ التَّوْبَۃَ فَاغْفِرْلِی وَ تُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ. اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ، وَاجْعَلْنِی صَبُوْرًا شَکُوْرًا، وَاجْعَلْنِی أَذْکُرُکَ کَثِیْرًا وَ أُسَبِّحُکَ بُکْرَۃً وَّ أَصِیْلًا۔

''تو پاک ہے اور تیری حمد ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تجھ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں۔ سو مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول

(۱) أبو طالب مکي، قوت القلوب، ۱: ۸۲

فرمالے بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں سے بنا اور مجھے از حد پاک لوگوں میں سے بنادے اور مجھے صبر کرنے والوں، شکر کرنے والوں میں سے بنادے اور مجھے ایسا بنادے کہ تیرا کثرت سے ذکر کروں اور صبح و شام تیری تسبیح بیان کروں۔‘‘

پھر آسمان کی طرف منہ کر کے یہ دعا پڑھے:

أَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْکَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، وَ أَعُوذُ بِعَفْوِکَ مِنْ عِقَابِکَ، وَ أَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا أُحْصِی ثَنَاءً عَلَيْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِکَ أَنَا عَبْدُکَ اِبْنُ عَبْدِکَ نَاصِيَتِی بِيَدِکَ جَارٍ فِيَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِيَّ قَضَاءُکَ، هٰذِهِ يَدِی بِمَا کَسَبْتُ، وَهٰذِهِ نَفْسِی بِمَا اجْتَرَحْتُ (لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَکَ إِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ) عَمِلْتُ سُوْءًا وَ ظَلَمْتُ نَفْسِی فَاغْفِرْ لِی ذَنْبِی إِنَّکَ أَنْتَ رَبِّی إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ تنہا اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور میں تیرے عذاب سے تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں اور میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور میں تجھ سے تیری پناہ چاہتا ہوں میں تیری ثنا نہیں کرسکتا تو بس ایسے ہے کہ جیسے تو نے اپنی خود ثنا فرمائی ہے میں تیرا بندہ، تیرے بندے کا بیٹا ہوں میری پیشانی تیرے قبضہ میں ہے۔ مجھ میں تیرا حکم جاری ہے۔ مجھ میں تیری قضا نافذ ہے۔ یہ میرے ہاتھ ہیں اس کے

ساتھ جو انہوں نے کمایا اور یہ میرا نفس ہے اس چیز کے ساتھ جس کا اس نے ارتکاب کیا۔ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے بے شک میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔ میں نے برا کیا اور میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا، سو میرا گناہ بخش دے بے شک تو ہی میرا رب ہے۔ بے شک تیرے بغیر کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا (الغرض) تیرے بغیر کوئی معبود نہیں، تیرے بغیر کوئی معبود نہیں)۔‘‘

اور جب نماز شروع کرے تو یہ دعا کرے:

اَللهُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا وَ سُبْحَانَ اللهِ بُکْرَةً وَّ أَصِیْلًا.

’’اللہ سب سے بڑا ہے اور ساری حمد اللہ کے لیے ہے صبح و شام اللہ ہی کی تسبیح ہے۔‘‘

اس کے بعد دس بار سُبْحَانَ اللهِ، دس بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، دس بار لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللهُ دس بار اَللهُ أَکْبَرَ ذُو الْمَلَکُوْتِ وَالْجَبْرُوْتِ وَالْکِبْرِیَآءِ وَالْجَلَالِ وَالْعَظْمَةِ وَالْقُدْرَةِ پڑھے۔ پھر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ بَهَآءَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ زَیْنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَلَکَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَیَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَ مَنْ عَلَیْهِنَّ، أَنْتَ الْحَقُّ وَ مِنْکَ الْحَقُّ، وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَّ النَّارُ حَقٌّ، وَّالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ، وَّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَکَ أَسْلَمْتُ، وَبِکَ آمَنْتُ، وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ، وَ بِکَ خَاصَمْتُ، وَ إِلَیْکَ حَاکَمْتُ، فَاغْفِرْ اَللّٰهُمَّ یَا رَبِّ لِی مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ أَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ. اَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا. اَللّٰهُمَّ زَکِّهَا أَنْتَ

خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا. اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَعْمَالِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي لَا سَيِّئَهَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، أَسْأَلُكَ مَسأَلَةَ الْبَائِسِ الْمِسْكِيْنِ، وَأَدْعُوكَ دُعَآءَ الْمُفْتَقِرِ الذَّلِيلِ، فَلَا تَجْعَلْنِي بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا، وَكُنْ لِي رَؤُوفًا رَّحِيمًا يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ، وَيَا أَكْرَمَ الْمُعْطِيْنَ.

’’اے اللہ تیری ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اور تیری ہی حمد ہے۔ تو ہی آسمانوں اور زمین کی رونق ہے اور تیری ہی حمد ہے۔ تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیری ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کی زینت ہے اور تیری ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور جو ان میں ہیں اور جو ان پر ہیں۔ تو حق ہے اور تجھ سے حق ہے اور تیری ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور آگ (دوزخ) حق ہے اور تمام انبیاء حق ہیں اور حضرت محمد ﷺ حق ہیں۔ اے اللہ! میں تیرا فرمانبردار ہوا، اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری وجہ سے جھگڑا اور تیری طرف (معاملہ) پیش کیا۔ اے اللہ! اے رب جو میں نے ماضی میں کیا یا آئندہ کروں گا اسے بخش دے اور جو پوشیدہ طور پر کیا اور جو برملا کیا (اسے بخش دے) تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے۔ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ میرے نفس کو پرہیزگاری عطا کر، اے اللہ اسے پاک کردے، تو بہترین پاک کرنے والا ہے۔ تو ہی اس کا آقا و مولا ہے۔ اے اللہ مجھے بہترین اعمال کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی بھی اچھے (اعمال کی) طرف ہدایت نہیں دے سکتا اور مجھ سے برائیاں دور فرما۔ تیرے سوا کوئی بھی اس کی برائی سے نہیں بچا سکتا۔ میں مسکین تنگ حال کی طرح تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ذلیل محتاج کی طرح تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ چنانچہ مجھے

اے پروردگار اپنی دعا میں بدبخت نہ بنا اور میرے لیے مہرباں، رحم کرنے والا ہوجا۔ اے سوال کئے جانے والوں میں سے سب سے بہترین! اور اے سب سے زیادہ عطاء کرنے والے۔''

زیادہ مستحب یہ ہے کہ نمازِ تہجد کی پہلی دو رکعتیں ہلکی پڑھے یعنی اس میں طویل قرأت نہ کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ نمازِ تہجد سے پہلے کچھ نہ کھائے پیۓ۔ تاکہ پوری دلجمعی کے ساتھ نماز ادا کرے کیونکہ جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو دل تمام وساوس وغیرہ سے پاک ہوتا ہے جبکہ کھانے پینے کے بعد دل کی حالت میں تغیر آ جاتا ہے۔ ہاں اگر یہ خطرہ ہو کہ نماز پڑھتے پڑھتے سحری کھانے کا وقت ختم ہوجائے گا تو پہلے سحری کھالے اور پھر نماز ادا کرے۔(۱)

۴۔ تمام رات قیام کرنے والوں کی عبادات

تمام رات عبادت کرنے والے محبین، علماء، اہلِ فکر، اہلِ مجلس اور راتوں کو گڑگڑانے والے ہیں۔ ان کی رات پریشان حال ہوتی ہے، ان کے لئے نعمتِ شب گھٹ کر رہ جاتی ہے، محبوب تعالیٰ ان سے نیند اٹھا لیتا ہے، ان پر شب کو قیام کرنا آسان ہو جاتا ہے، لذّتِ وصل نے ان سے ملال کو دور کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے عتاب (غضب اور ناراضگی کے خوف) نے انہیں ہمیشہ بیدار رکھا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کا ذکر اس طرح بیان فرماتا ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ز وَّ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○(۲)

''ان کے پہلو اُن کی خوابگاہوں سے جدا رہتے ہیں اور اپنے رب کو خوف اور

(۱) أبو طالب مکي، قوت القلوب، ۱: ۷۵، ۷۶

(۲) السجدہ: ۱۶:۳۲

امید (کی مِلی جُلی کیفیت) سے پکارتے ہیں اور ہمارے عطا کردہ رِزق میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں○‘‘

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ○ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ○[1]

’’وہ راتوں کوتھوڑی سی دیر سویا کرتے تھے○ اور رات کے پچھلے پہروں میں (اٹھ اٹھ کر) مغفرت طلب کرتے تھے○‘‘

ساری رات عبادت کرنے والے اپنے مولا سے بے حد محبت رکھتے ہیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ محبت کرنے والے ہمیشہ جاگتے ہیں، مجاز محبوب حقیقی کی یاد سے انہیں کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی، وہ نیند ترک کر کے رات بھر کروٹیں بدلتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جس کو محبوب کے دیدار کا نشہ اور لذت نصیب ہو جائے پھر زندگی بھر اس کا وہ نشہ اترتا ہی نہیں اور اس کے سامنے سارے نشے ختم ہو جاتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

حضرت ابو الجویریہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ چھ مہینے رہا ہوں اس عرصہ میں کوئی شب ایسی نہیں گزری کہ آپ علیہ الرحمۃ نے زمین پر اپنی پیٹھ لگائی ہو، نصف شب میں عبادت کرنا آپ علیہ الرحمۃ کا دستور تھا۔ ایک بار حضرت ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا کچھ لوگوں کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے آپس میں ذکر کیا کہ یہ شخص تمام رات ذکر کرتا ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے اپنے دل میں کہا یہ میری وہ صفت بیان کرتے ہیں جو مجھ میں نہیں اس لئے آئندہ تمام رات عبادت کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ رات آپ کے لئے کوئی بستر نہ لگایا جاتا تھا۔

(۱) الذاریت، ۵۱:۱۷، ۱۸

کئی بزرگانِ دین کے بارے میں یہ بات مشہور ہے اور صحت کے ساتھ مروی ہے کہ وہ تیس تیس سال اور چالیس چالیس برس تک رات بھر اللہ کی عبادت میں بیدا رہے۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: حضرت واحب بن منبہ یمانی علیہ الرحمۃ نے تیس برس تک زمین پر پہلو نہیں لگایا، ان کے پاس چمڑے کا تکیہ تھا۔ جب ان پر نیند کا غلبہ ہوتا تو اس چمڑے پر سینہ رکھتے اور چند سانس لیتے پھر گھبرا کر کھڑے ہو کر فرماتے۔ ''میں گھر میں شیطان دیکھنا تو پسند کرلوں گا مگر تکیہ رکھنا پسند نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ تو نیند کو دعوت دیتا ہے۔(۱)

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ تمام رات عبادت گزاروں کے بارے میں لکھتے ہیں:
چالیس کے قریب ایسے تابعی ہیں جو تیس سے لے کر چالیس سال تک رات بھر عبادت کے لیے جاگتے رہے اور نمازِ عشاء کے وضو کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے، ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

حضرت سعید بن مسیّب، حضرت صفوان بن سلیم مدنی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت ابوسلیمان دارانی، حضرت علی بن بکار شامی، حضرت وہیب بن ورد مکی، حضرت طاوس، حضرت وہیب بن منبہ، حضرت یمانی، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت حکم بن حسینہ کوفی، حضرت ابو عبداللہ حواض، حضرت ابو عاصم عبادی، حضرت حبیب ابو محمد، حضرت ابوجابر سلمان فارسی، حضرت مالک بن دینار، حضرت سلیمان تیمی، حضرت یزید رقاشی، حضرت حبیب بن ابی ثابت بصری، حضرت یحی البکاء بصری رحمھم اللہ۔ مؤخر الذکر ایک ماہ میں نوے بار قرآن مجید ختم کرتے تھے اور اگر کوئی آیت سمجھ میں نہ آتی تو اسے دوبارہ پڑھتے۔ مدینہ میں سے اکثر ایسے لوگ ملتے ہیں جن میں ابو حاتمؒ اور محمد بن مکندرؒ جیسے مدنی تابعین مشہور ہیں۔''(۲)

---

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۸۰

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۸۱

۵۔ تمام رات عبادت کا طریقہ

نوافل ادا کرتے ہوئے درمیان میں بیٹھ کر ایک سو (۱۰۰) بار استغفار کی تسبیح پڑھ لی جائے اس سے آرام کا موقع بھی مل جائے گا اور مزید عبادت کی توفیق حاصل ہوگی۔ یہ طریقہ سورۃ قٓ کی اس آیت مبارکہ میں بھی بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِo[1]

’’اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد بھیo‘‘

اگر شب بیدار زیادہ وظائف و اوراد کرنا چاہے تو بعض صوفیاء کرام کے فرمان کے مطابق مغرب اور عشاء کے اوراد اور سونے سے پہلے کے اوراد بھی اس وقت کے مطابق کرنا دن کے روزہ رکھنے سے افضل ہے۔ اس وقت تلاوتِ قرآن اور استغفار بھی بہتر ہے بشرطیکہ زیادہ طویل قیام کا عادی نہ ہو۔

مذکورہ بالا چار طبقات کی عبادات کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کو چاہیے کہ وہ ہر رات کم از کم پانچواں یا چھٹا حصہ ضرور قیام کرے، اس میں ناغہ نہ ہونے پائے، چاہے مسلسل قیامِ شب کرے یا فرق رکھ کر قیام کرے۔ الغرض رات میں کوئی سا بھی ورد کرے اس سے شب بیدار کو فائدہ حاصل ہوگا اور جو شخص نصف یا زیادہ رات تک عبادت کرتا رہا گویا اس نے ساری رات کی عبادت کی۔ رات کا باقی حصہ اس پر صدقہ ہوا اور جو آدمی رات کو بیس رکعات پڑھے اور اس کے بعد تین وتر پڑھے تو اللہ کے فضل و کرم سے اس کے متعلق یہ لکھا جائے گا کہ اس نے ساری رات عبادت کی۔ رمضان المبارک میں قیام کی بہترین صورت نمازِ تراویح ہے۔

(۱) قٓ، ۵۰: ۴۰

ماہِ رمضان المبارک میں قیام اللیل کی فضیلت

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض کئے ہیں اور میں نے تمہارے لئے اس کے قیام (نماز تراویح) کو سنت قرار دیا ہے پس جو شخص ایمان اور حصولِ ثواب کی نیت کے ساتھ ماہِ رمضان کے دنوں میں روزہ رکھتا اور راتوں میں قیام کرتا ہے وہ گناہوں سے یوں پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ اس دن تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز تراویح پڑھنے کی رغبت دلایا کرتے تھے لیکن حکماً نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ فرماتے: ''جس نے رمضان المبارک میں حصولِ ثواب کی نیت اور حالتِ ایمان کے ساتھ قیام کیا تو اس کے سابقہ (تمام) گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔''(۲)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک تک تراویح کا یہی معمول رہا اور خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں اور پھر خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شروع تک یہی صورت برقرار رہی۔

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب ذکر اختلاف یحییٰ بن أبی کثیر و النضر بن شیبان فیہ، ۴: ۱۱۸، رقم: ۲۲۰۸، ۲۲۱۰

۲۔ ابن ماجۃ، السنن، کتاب إقامۃ الصلاۃ و السنۃ فیھا، باب مَا جَاءَ فِی قِیَامِ شَھْرِ رَمَضَان، ۲: ۱۴۲، رقم: ۱۳۲۸

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاۃ التراویح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۵

۲۔مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، ۱: ۵۲۳، رقم: ۷۵۹

حضور نبی اکرم ﷺ نماز تراویح کو پسند فرماتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اس اندیشہ سے جماعت نہیں کروائی کہ کہیں فرض نہ کر دی جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ (حجرہ مبارک سے) باہر تشریف لائے تو رمضان المبارک میں لوگ مسجد کے ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کون ہیں؟ عرض کیا گیا: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن حکیم یاد نہیں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

أَصَابُوْا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوْا۔(۱)

’’انہوں نے درست کیا اور کتنا ہی اچھا عمل ہے جو انہوں نے کیا۔‘‘

بیہقی کی ایک روایت میں ہے فرمایا:

قَدْ أَحْسَنُوْا أَوْ قَدْ أَصَابُوْا وَ لَمْ يَكْرَهْ ذٰلِكَ لَهُمْ۔(۲)

’’انہوں نے کتنا احسن اقدام یا کتنا اچھا عمل کیا اور ان کے اس عمل کو حضور نبی اکرم ﷺ نے ناپسند نہیں فرمایا۔‘‘

حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ’’میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ جدا جدا تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک گروہ کسی کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو اچھا ہو گا۔ پس آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا پھر میں ایک اور رات ان کے ساتھ نکلا اور لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(۱) أبو داود، السنن، کتاب الصلاة، باب فی قیام شهر رمضان، ۱: ۵۱۲، رقم: ۱۳۷۷

(۲) بیهقی، السنن الکبری، ۲: ۴۹۵، رقم: ۴۳۸۶

نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں اس حصہ سے بہتر ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں۔(۱)

نمازِ تراویح کی تعدادِ رکعات

نمازِ تراویح کی بیس رکعت ہیں، جن کا ثبوت درج ذیل روایات سے ملتا ہے:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رسول الله ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكَعَةً سِوَى الْوِتْرَ۔(۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک میں وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔''

۲۔ حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں وتر پڑھاتے تھے۔''(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

۲۔ مالك، الموطأ، كتاب الصلاة فی رمضان، باب ما جاء في قيام رمضان، ۱: ۱۱۴، رقم: ۳

(۲) ۱۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۲: ۱۶۴، رقم: ۷۶۹۲

۲۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۱: ۲۴۴، رقم: ۸۰۲

(۳) بیهقی، السنن الکبری، ۲: ۴۹۶، رقم: ۴۳۹۶

۳۔ ابو خصیب علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے: ’’امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور امام داؤد ظاہری علیہم الرحمۃ نے بیس تراویح کا قیام پسند فرمایا اور تین وتر اس کے علاوہ ہیں۔‘‘(۱)

قدر والی راتوں میں قیام کی فضیلت

متعدد روایات میں ایسی مبارک اور بابرکت راتوں کا تذکرہ ملتا ہے جن میں قیام کرنا، ذکر و اذکار اور عبادت کرنا عام راتوں کی نسبت زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تبع تابعین اور سلفِ صالحین بھی ان راتوں میں خاص طور پر عبادت کا اہتمام فرماتے تھے۔ بعض ائمہ نے ان راتوں کو جمع کر دیا ہے۔ جن میں جاگ کر عبادت کرنا مستحب ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ اس قسم کی مبارک راتیں پورے سال میں چودہ ہیں، محرم الحرام کی پہلی رات، محرم الحرام کی دسویں رات، رجب المرجب کی پہلی رات، نصف رجب کی رات، ۲۷ ویں رجب کی رات، نصف شعبان کی رات، عرفہ کی رات، عید کی رات، بقر عید کی رات، رمضان کے آخری عشرے کی پانچ طاق راتیں۔(۲)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحْيَا اللَّيَالِي الْخَمْسَ، وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ وَلَيْلَةَ عَرَفَةَ وَلَيْلَةَ النَّحْرِ، وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ، وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ۔(۳)

’’جس نے پانچ راتوں کو زندہ رکھا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی وہ پانچ راتیں یہ ہیں: (۱) آٹھویں ذی الحجہ کی شب، (۲) نوویں ذی الحجہ کی شب، (۳) عیدالاضحیٰ کی رات، (۴) عید الفطر کی رات، (۵) پندرہویں شعبان کی رات۔‘‘

(۱) ابن رشد، بداية المجتهد، ۱: ۱۵۲

(۲) عبدالقادر جیلانی، غنية الطالبين، ۱: ۴۴۴

(۳) منذری، الترغیب و الترہیب، ۲: ۱۵۲، رقم: ۲

اسی لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ شبِ براءت میں قیام کرنا یعنی رات جاگ کر اللہ کی عبادت کرنا مستحب ہے۔ سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں لکھتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پورے سال میں خاص طور سے عبادت کے لئے ان چار راتوں کو مخصوص کر رکھا تھا یعنی رجب کی پہلی رات، عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات میں اور آپ رضی اللہ عنہ ان چار راتوں میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ مَصَابِیۡحِ الۡحِکۡمَةِ وَمَوَالِی النِّعۡمَةِ وَمَعَادِنِ الۡعِصۡمَةِ وَاعۡصِمۡنِی بِھِمۡ مِنۡ کُلِّ سُوۡءٍ وَلَا تَأۡخُذۡنِی عَلٰی غِرَّةٍ وَّ لَا عَلٰی غَفۡلَةٍ وَلَا تَجۡعَلۡ عَوَاقِبَ أَمۡرِی حَسۡرَةً وَّ نَدَامَةً وَارۡضَ عَنِّی فَإِنَّ مَغۡفِرَتَکَ لِلظَّالِمِیۡنَ وَأَنَا مِنَ الظَّالِمِیۡنَ اللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِی مَا لَا یَضُرُّکَ وَأَعۡطِنِی مَا لَا یَنۡفَعُکَ فَإِنَّکَ الۡوَاسِعَةُ رَحۡمَتُہٗ، الۡبَدِیۡعَةُ حِکۡمَتُہٗ فَأَعۡطِنِی السَّعَةَ وَالدَّعَةَ وَالۡأَمۡنَ وَالصِّحَةَ وَالشُّکۡرَ وَالۡمُعَافَاةَ وَالتَّقۡوٰی. اِفۡرِغِ الصَّبۡرَ وَالصِّدۡقَ عَلَیَّ وَعَلٰی أَوۡلِیَائِکَ وَأَعۡطِنِی الۡیُسۡرَوَ لَا تَجۡعَلۡ مَعَہُ الۡعُسۡرَ وَعَمِّمۡ بِذٰلِکَ أَھۡلِی وَ وَلَدِی وَأَخۡوَانِی فِیۡکَ وَمَنۡ وَلَدَنِی مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمَاتِ وَالۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ۔(۱)

''اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے اہل وعیال پر اپنی رحمتیں نازل فرما جو علم و حکمت کے چراغ، فضل و نعمت والے اور عصمت کی کانیں ہیں اور ان کے ساتھ مجھے بھی ہر برائی سے محفوظ فرما اور مجھے بے خبری اور غفلت کی حالت میں نہ پکڑ اور میرے اعمال کے نتائج میرے لئے موجب حسرت و ندامت نہ بنا اور مجھ سے راضی ہو جا کیونکہ تیری مغفرت اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کے

(۱) عبدالقادر جیلانی، غنیۃ الطالبین: ۱: ۴۴۶

لئے ہے اور میں ان میں سے ہوں، اے اللہ! مجھے وہ چیز بخش جو تجھے ضرر نہیں پہنچاتی اور وہ چیز عطا کر جو تجھے نفع نہیں پہنچاتی کیونکہ تیری رحمت بہت وسیع ہے اور تیری حکمت اپنی مثال آپ ہے۔ لہٰذا مجھے وسعت، آرام، امن، صحت، نعمتوں پر شکر کی توفیق، عافیت، مصائب پر صبر اور تجھ پر اور تیرے اولیاء کی باتوں پر ایمان و یقین عطا فرما اور مشکلات کی موجودگی میں مجھے آسانی دے اور اپنی ہمہ گیر رحمت میرے اہل وعیال پر برسا اور میرے دینی بھائیوں پر بھی جو تیرے دین پر قائم ہیں اور میرے ماں باپ پر بھی اور تمام مسلمان و مومن مردوں اور عورتوں پر بھی۔‘‘

ذیل میں چند ایسی بابرکت راتوں کے فضائل قدرے تفصیل سے بیان کئے جاتے ہیں:

ا۔ شبِ براءت کا قیام اور مسنون دعائیں

ماہِ شعبان المعظم کی پندرھویں شب بڑی فضیلت اور بزرگی والی ہے۔ فارسی زبان میں لفظ شب کے معنی رات کے ہیں اور براءت عربی زبان کا لفظ ہے جسکے معانی بری ہونا، نجات پانا اور گناہوں سے پاک ہونا ہیں چونکہ اس رات رحمتِ خداوندی کے طفیل لاتعداد انسان دوزخ سے نجات پاتے ہیں اس لئے اس رات کو ’’شبِ برأت‘‘ کہتے ہیں اس رات کو برکت والی رات بھی کہا گیا ہے کیونکہ اس میں دنیا والوں پر رحمت، برکت، خیر وسعادت اور بخشش ومغفرت کی بارش ہوتی ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں اس شب کے بڑے فضائل اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔اس شب کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’تمہیں معلوم ہے اس رات یعنی شعبان کی پندرھویں شب میں کیا ہوتا ہے؟

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سال میں جتنے بھی پیدا ہونے والے ہیں اور جتنے مرنے والے ہیں وہ سب اس رات میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے (سارے سال کے) اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی مقرر روزی اترتی ہے۔‘‘(۱)

شبِ براءت میں اللہ تعالیٰ عام معمول سے ہٹ کر مغرب کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتے ہوئے چند افراد کے سوا سب کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شُعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ۔(۲)

’’اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب کو ظہور فرماتا ہے اور مشرک اور چغل خور کے علاوہ سب کی بخشش فرما دیتا ہے۔‘‘

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رات کثیر تعداد میں لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’ایک رات میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو نہ پایا تو میں آپ ﷺ کی تلاش میں نکلی کیا دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں ہیں آپ ﷺ نے

---

(۱) خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، ۱: ۳۷۴، ۳۷۵، رقم: ۱۳۰۵

(۲) ۱۔ ابن ماجة، السنن، کتاب إقامة الصلاة و السنة فیها، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، ۲: ۱۶۷، رقم: ۱۳۹۰

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۳۸۲، رقم: ۳۸۳۳

فرمایا: کیا تجھے ڈر ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ تجھ پر ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے سوچا شاید آپ کسی دوسری زوجہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہویں شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا پر (جیسا کہ اسکی شایانِ شان ہے) اترتا ہے اور بنو کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں سے زیادہ لوگوں کو بخشتا ہے۔‘‘(۱)

شبِ براءت میں حضور نبی اکرم ﷺ جنت البقیع تشریف لے جاتے اور شب بیداری فرماتے، نہ صرف خود شب بیداری فرماتے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی شب بیداری کی تلقین فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُومُوْا لَيْلَهَا وَ صُوْمُوْا نَهَارَهَا۔ (۲)

’’جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو رات کو قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو۔‘‘

کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات کو سورج غروب ہوتے ہی آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور فرماتا ہے: کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں، کون مجھ سے رزق طلب کرتا ہے کہ میں اسے رزق دوں، کون مبتلائے مصیبت ہے کہ میں اسے عافیت دوں اسی طرح صبح تک ارشاد ہوتا رہتا ہے۔‘‘

شبِ برأت کی مسنون دعائیں

اس شب میں حضور نبی اکرم ﷺ مخصوص دعائیں مانگتے تھے۔ احادیثِ

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الصوم، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، ۲: ۱۰۸، رقم: ۷۳۹

(۲) ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی لیلة النصف من شعبان، ۲: ۱۷۴، ۱۷۵، رقم: ۱۳۸۸

مبارکہ میں ان دعاؤں کا ذکر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: یہ رات شعبان کی پندرہویں رات ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس رات میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے جو کہ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں مگر اس میں اللہ تعالی مشرکین، کینہ پرور، رشتے ناطے توڑنے والے، ازار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے (مراد تکبر کرنے والے)، والدین کے نافرمان اور شراب کے عادی لوگوں کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا اسکے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں آج رات قیام کروں؟ میں نے کہا! جی ہاں آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، آپ ﷺ نے قیام کے بعد ایک طویل سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ میں نے چھونے کا ارادہ کیا اور آپ کے تلوؤں پر اپنا ہاتھ رکھا تو کچھ حرکت معلوم ہوئی میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دعا مانگتے سنا:

أَعُوْذُ بِعَفُوِکَ مِنْ عِقَابِکَ وَأَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخطِکَ وَأَعُوْذُبِکَ مِنْکَ جَلَّ وَجْهُکَ لَا أُحْصِیی ثَنَاءً عَلَیْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلَی نَفْسِکَ.

''(اے اللہ!) میں تیرے عفو کے ذریعے تیرے عذاب سے، تیری رضا کے ذریعے تیرے غضب سے، تیرے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں میں تیری اس جیسی تعریف کرنے سے قاصر ہوں جیسی خود تو نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔''

صبح کو میں نے آپ ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اے عائشہ!

تم اس دعا کو یاد کرو گی؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سیکھ لو، مجھے یہ کلمات جبریل علیہ السلام نے سکھائے ہیں اور کہا ہے کہ سجدہ میں ان کو بار بار پڑھا کرو۔‘‘(۱)

اوپر بیان کردہ تمام کی تمام احادیثِ مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ رات کا زیادہ حصہ عبادات اور دعاؤں میں بسر کرتے تھے۔ لہٰذا اس شب میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اخلاص کے ساتھ اس رات شب بیداری کا اہتمام کریں اور اپنے مولا کو راضی کریں۔ اس رات ’’شب بیداری‘‘ کا کوئی خاص طریقہ اور عبادت مقرر نہیں کی گئی ہے۔ جس قدر ممکن ہو سکے اللہ کو یاد کریں قرآن و احادیث کی تلاوت و سماعت میں مشغول رہیں، تسبیح پڑھتے رہیں، درود شریف پڑھتے رہیں یا نوافل پڑھتے رہیں۔ یہ سب شب بیداری میں شامل ہیں۔ بہت سے بزرگوں کا معمول صلوۃ التسبیح پڑھنے کا ہے اگر ہو سکے تو صلوۃ التسبیح پڑھ لیں اسکی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ’’غنیۃ الطالبین‘‘ میں لکھتے ہیں۔

’’نصف شعبان کی رات کو پڑھی جانے والی نماز کی رکعات تعداد میں سو ہیں جن میں مجموعی طور پر سورۃ اخلاص ایک ہزار بار پڑھی جاتی ہے اور ہر رکعت میں دس دس بار پڑھی جاتی ہے، اس نماز کو صلوۃ الخیر کہتے ہیں اس نماز کے پڑھنے سے برکتیں پھیل جاتی ہیں۔ سلفِ صالحین اس نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور اس کے لئے جمع ہوا کرتے تھے اس نماز کے فضائل بے شمار ہیں اور اس کا ثواب گراں قدر ہے۔‘‘

سیدنا غوث الاعظم علیہ الرحمۃ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے تیس صحابہ نے بیان کیا کہ جو شخص یہ نماز اس رات میں پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس پر ستر بار نگاہ ڈالتا ہے اور ہر نگاہ میں اسکی ستر ضرورتیں پوری کرتا ہے جن میں سے ادنیٰ

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۳۸۳۔۳۸۵، رقم: ۳۸۳۷

ضرورت اسکی بخشش ہے، اس نماز کو چودہ متبرک راتوں میں پڑھنا مستحب ہے اس نماز کی برکت سے نمازی کو اس کی بزرگی، فضیلت اور ثواب جزیل حاصل ہوتا ہے۔ (۱)

۲۔ شبِ قدر کا قیام اور مسنون دعائیں

ماہِ رمضان المبارک انتہائی بابرکت اور مقدس مہینہ ہے۔ اس ماہ میں ایک ایسی رات آتی ہے، جس میں قرآن حکیم نازل ہوا اور اسی رات میں آسمان سے زمین پر فرشتے اترتے ہیں۔ اسے ہزار مہینوں سے بہتر مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ کتاب و سنت میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جمہور علماء امت کا موقف یہ ہے کہ لیلۃ القدر امت محمدیہ ﷺ کے لئے خاص انعام ہے کسی اور امت کو یہ رات عطا نہیں کی گئی۔ حدیثِ مبارکہ میں اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ عزوجل وَھَبَ لِأُمَّتِی لَیْلَةَ الْقَدْرِ، وَلَمْ یُعْطِھَا مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ۔ (۲)

’’بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میری امت ہی کو عطا کی ہے ان سے پہلے کسی امت کو یہ نہیں ملی۔‘‘

لیلۃ القدر کی فضیلت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں پوری ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے ’’سورۃ القدر‘‘ کہتے ہیں۔ حصولِ برکت کیلئے وہ سورہ ذکر کی جاتی ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰـهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ○ وَ مَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ○ لَیْلَةُ الْقَدْرِ

(۱) عبدالقادر جیلانی، غنیة الطالبین: ۴۷۵، ۴۷۶

(۲) دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۱: ۱۷۳، رقم: ۶۴۷

خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ قف هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝[1]

’’بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے ۝ اور آپ کیا سمجھے ہیں (کہ) شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر (فضیلت و برکت اور اَجر و ثواب میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے ۝ اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرائیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر اَمر کے ساتھ اترتے ہیں ۝ یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہے ۝‘‘

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جس رات لیلۃ القدر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سیدنا جبریل امین علیہ السلام کو حکم دیتا ہے اور وہ ملائکہ کے جھرمٹ میں زمین کی طرف اترتے ہیں۔ ان ملائکہ کے پاس سبز جھنڈے ہوتے ہیں جو وہ بیت اللہ کی چھت پر گاڑھ دیتے ہیں۔ سیدنا جبریل امین علیہ السلام کے سو پر ہیں جن میں سے وہ دو پر صرف اسی رات کھولتے ہیں۔ وہ دو پر مشرق و مغرب سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ جبریل امین علیہ السلام اس رات فرشتوں کو ابھارتے ہیں، چنانچہ وہ فرشتے ہر اس بندے سے سلام کرتے ہیں جو کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر میں مشغول ہو وہ ان لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے، پھر صبح ہو جاتی ہے تو سیدنا جبریل امین علیہ السلام فرشتوں کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ بس اب چلو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے جبرئیل! اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے مومنوں کی ضروریات کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا؟ سیدنا جبریل امین علیہ السلام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نظر رحمت سے دیکھتے ہوئے ان سے درگزر فرمایا اور انہیں بخش دیا ہے، سوائے چار اشخاص کے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ چار اشخاص کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عادی شراب خور، والدین کا نافرمان، رشتے ناتے

(۱) القدر، ۹۷: ۱۔۵

توڑنے والا اور مشاحن ، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مشاحن سے کون مراد ہے؟ فرمایا: کینہ ور (دل میں بغض رکھنے والا)۔‘‘(۱)

اس کے علاوہ بھی متعدد احادیثِ مبارکہ میں شب قدر میں فرشتوں کے زمین پر اترنے کے بارے میں تفصیل بیان ہوئی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ جبریل علیہ السلام اس رات عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں جس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس رات بیدار رہتا ہے اور عبادت گزاری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگی اور مرتبہ والا شخص ہوتا ہے اور اس رات جو عبادت کی جاتی ہے وہ دوسری راتوں کی عبادت سے شرف و مرتبہ میں نہ صرف بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے بلکہ اس عبادت کے ذریعے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ (۲۰۶۔۲۶۱ھ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَ احْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔(۲)

’’جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ ثواب حاصل کرنے کی غرض سے کھڑا ہو اس کے سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔‘‘

شبِ قدر میں بھی شب بیداری کا کوئی خاص طریقہ اور عبادت مقرر نہیں ہے

(۱) ۱۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۳۳۵، ۳۳۶، رقم: ۳۶۹۵

۲۔ منذری، الترغیب والترھیب، ۲: ۹۹، ۱۰۰، رقم: ۲۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب الترغیب فی قیام رمضانه وھو التراویح، ۱: ۵۲۳، ۵۲۴، رقم: ۷۶۰

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الصیام، باب ثواب من قام رمضان و صامه إیمانا و احتساباً و الاختلاف علی الذھري في الخبر في ذلك، ۴: ۱۱۶، رقم: ۲۱۹۳۔

اپنے طبعی ذوق کے ساتھ جس طرح ممکن ہو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جائے۔ مناسب یہ ہے کہ جتنی دیر جاگنا مقصود ہو اس کے تین حصے کر لیے جائیں۔ ایک حصہ میں نوافل پڑھے جائیں، دوسرے میں تلاوت قرآن میں مشغول رہا جائے اور تیسرا حصہ استغفار، درود شریف، دعا و ذکر اللہ میں گزارا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَo(۱)

’’(اے حبیبِ مکرّم!) آپ وہ کتاب پڑھ کر سنایئے جو آپ کی طرف (بذریعہ) وحی بھیجی گئی ہے، اور نماز قائم کیجئے، بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، اور واقعی اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور اللہ ان (کاموں) کو جانتا ہے جو تم کرتے ہوo‘‘

اس آیت کریمہ میں انہی تین عبادتوں نماز، تلاوت قرآن اور ذکرِ الٰہی کو ایک جگہ جمع فرما دیا گیا ہے:

(ا) شبِ قدر کی مسنون دعا

لیلۃ القدر میں ایک خاص دعا مانگنے کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے شبِ قدر معلوم ہو جائے تو اس میں کیا دعا مانگوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا مانگو:

اَللّٰھُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّي۔(۲)

(۱) العنکبوت، ۲۹: ۴۵

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب الدعوات، باب ماجاء فی عقد التسبیح بالید، ۵: ۴۹۰، رقم: ۳۵۱۳

''یا اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، عفو و درگزر کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرما دے۔''

لیلۃ القدر کون سی رات اللہ تعالیٰ نے اس امر کو مخفی رکھا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کا کوئی مستقل تعین نہیں فرمایا۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات کا لیلۃ القدر ہونا زیادہ اغلب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ، مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔(۱)

''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔''

جمہور علماء کے نزدیک آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے، چونکہ اسلامی مہینہ ۲۹ یا ۳۰ کا ہوتا ہے، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ ویں راتوں میں کرنا چاہیے۔ ان تمام روایات و واقعات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اول تو ہمیں سارے رمضان کی راتوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں لگے رہنا چاہیے۔ اگر یہ مشکل ہو تو آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرنی چاہیے۔ اگر یہ بھی دشوار ہو تو آخری درجہ یہ ہے کہ کم از کم ستائیسویں شب کو تو ضرور ہی اس کی جستجو میں کرنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت بڑی دولت ہے جس کا حصول بہت بڑی سعادت ہے۔ اس کے مقابلہ میں دنیا بھر کی نعمتیں اور راحتیں ہیچ ہیں اور اس سے محرومی بڑی شقاوت اور بدنصیبی کی بات ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب صلاۃ التراویح، باب تَحَرِّي ليلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر، ۲: ۷۱۰، رقم: ۱۹۱۳

حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَلاَ يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلا مَحْرُوْمٌ۔[1]

’’یہ مہینہ تم پر آ گیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس رات سے محروم رہا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہا اور محروم وہی رہے گا جس کی قسمت میں محرومی ہے۔‘‘

لیلۃ القدر کی جستجو بڑی سعادت کی بات ہے کوشش کرنی چاہیے کہ ان راتوں میں مغرب، عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے۔ بعض احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان راتوں میں مغرب، عشاء اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اسے شبِ قدر کا کسی قدر حصہ مل جاتا ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صلى المغرب و العشاء في جماعة حتى ينقضي شهر رمضان فقد أصاب من ليلة القدر بحظ وافر۔[2]

’’جس شخص نے سارے رمضان مغرب اور عشاء جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے شب قدر کا وافر حصہ پا لیا۔‘‘

(۲) شبِ قدر کی علامات

احادیث مبارکہ میں شب قدر کی کچھ علامات ذکر کی گئی ہیں ان میں سے چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ حضرت عکرمہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

www.MinhajBooks.com

(۱) ابن ماجة، السنن، كتاب الصيام، باب ماجاء في فضل شهر رمضان، ۲: ۳۰۸، ۳۰۹، رقم: ۱۶۴۴

(۲) بیہقی، شعب الإيمان، ۳: ۳۴۰، رقم: ۳۷۰۷

فی لیلة القدر: لیلة سمحة طلقة لا حارة ولا باردة تصبح شمسها صبیحها ضعیفة حمراء۔(۱)

’’شبِ قدر میں ایک نرم چمکدار رات ہے نہ گرم نہ سرد اس کی صبح سورج کمزور شعاعوں کے ساتھ سرخ طلوع ہوتا ہے۔‘‘

الغرض جو کوئی **لیلة القدر** کے فیوض و برکات کا طالب ہو اسے چاہیے کہ وہ سال کی ہر رات میں قیام کرے حضرت زر بن حبیش علیہ الرحمۃ (جو اکابر تابعین میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے بھائی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص تمام سال قیام کرے گا وہ **لیلة القدر** کو پالے گا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، ان کا ارادہ یہ تھا کہ کہیں لوگ ایک رات پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ **لیلة القدر** رمضان میں ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور اغلب طور پر وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، پھر انہوں نے بغیر انشاء اللہ کہے قسم کھا کر کہا کہ **لیلة القدر** رمضان کی ستائیسویں شب ہی ہے۔ میں نے کہا: اے ابوالمنذر تم یہ بات اتنے یقین سے کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا اس دلیل یا اس نشانی کی بنا پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات کے بعد جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعائیں نہیں ہوتیں۔‘‘(۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لیلۃ القدر اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر ایک انتہائی بابرکت رات ہے، اس رات کو غنیمت جانتے ہوئے جس طرح بھی بن پڑے اپنے مولا کو منانے کی فکر کرنی چاہئے اور اس مبارک رات کی قدر کرنی چاہئے۔ اپنے گناہوں کی معافی

---

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۳۳۴، رقم: ۳۶۹۳

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب فضل لیلة القدر، ۲: ۸۲۸، رقم: ۷۶۲

مانگنی چاہیے اور ایسا طرزِ عمل ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور انسان اس رات کے فیوض و برکات سے محروم ہو جائے کیونکہ اس سے محرومی بہت بڑی سعادت سے محرومی ہے۔

www.MinhajBooks.com

باب پنجم

تلاوتِ قرآن

www.MinhajBooks.com

www.MinhajBooks.com

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

قرآنِ حکیم وہ کتابِ روشن ہے جس کے اندر معانی و معارف کے سمندر پنہاں ہیں۔ اس کا حرف حرف لازوال حکمتوں سے معمور ہے۔ یہ کلام الٰہی ہے اور جس طرح ذات باری تعالیٰ ہر نقص وعیب سے پاک ہے اسی طرح اس کا کلام بھی ہر نقص وعیب سے مبرّا اور شک و شبہ سے بالا تر ہے۔جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام عالمین کا رب اور جملہ مخلوق کا روزی رساں ہے اسی طرح اس کا کلام بھی تمام عالم انسانیت کے لئے سر چشمۂ ہدایت ہے۔یہ کتاب ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور اس پر عمل پیرا ہوئے بغیر کوئی مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا۔ یہ اقوامِ عالم کوزندگی گزارنے کا وہ راستہ بتاتی ہے جو بالکل سیدھا ہے۔ دنیا و عقبیٰ کے تمام مرحلے اس کے متعین کئے ہوئے راستے پر گامزن ہونے سے طے ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ۔ (۱)

”بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے۔“

جیسا کہ اوپر بیان ہوا قرآن حکیم کی تعلیمات پرعمل پیرا ہونے سے ہی ایک مسلمان حقیقی معنیٰ میں مسلمان بنتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؔ:

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار

قرآن حکیم، نوعِ انسانی کے لئے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے جو پیغمبرِ آخر و

---

(۱) بنی اسرآئیل، ۱۷:۹

اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا۔اس پیغام کو سمجھنا ہرانسان کی ذمہ داری اور ہر مسلمان کی دینی ضرورت ہے۔ بطور خاص اہلِ اسلام پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس کے اوامر و نواہی اور احکام کو سمجھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں۔ یہ سب تعلق بالقرآن کے بغیر ممکن نہیں۔

قرآنِ حکیم کے ساتھ تعلق استوار کرنے کا بہترین ذریعہ اس کتابِ الٰہی کی تلاوت ہے۔اس سے کماحقہ استفادہ کے لئے ضروری ہے کہ اسے غور وفکر کے ساتھ پڑھا جائے اور اس میں تدبر کیا جائے۔تلاوت قرآنِ حکیم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر حرف کو صحیح مخرج سے ادا کیا جائے جو قواعدِ تجوید جانے بغیر ممکن نہیں لہٰذا علم التجوید کا سیکھنا ہرمسلمان کا دینی فریضہ بھی ہے۔

قرآن حکیم ہی وہ یکتا اور منفرد کتاب ہے جس کا حرف حرف حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہے اور اس کو یاد کرنے اور زبانی پڑھنے والے تمام دنیا میں موجود ہیں۔یہ قرآن کا منفرد اعجاز ہے جس کا دعویٰ اس کے علاوہ دنیا کی کوئی کتاب نہیں کرسکتی۔کوئی آسمانی صحیفہ اور کتاب ایسی نہیں جس کا پورا متن اتنی کثرت سے پڑھا جاتا ہو۔یہ اعزاز اور فضیلت صرف قرآنِ حکیم کو ہی حاصل ہے کہ اس کا ایک حرف پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ملائکہ اس کی تلاوت سننے کے لئے زمین پر اترتے ہیں، قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنے والے کی تمام خطائیں معاف کر دی جاتی ہیں، اسے عزت و بزرگی کا لباس پہنایا جاتا ہے، اس پر جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر آیت کی تلاوت کے بدلے اس کی نیکیاں بڑھا دی جاتی ہے۔

تلاوتِ قرآن خود قرآن کے آئینے میں

یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قرآنِ حکیم جیسی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا، اس کی قدر کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے والے کو دنیا و آخرت میں طرح

طرح کے انعامات و کرامات کا مستحق ٹھہرایا۔ قرآن حکیم کے الفاظ اور معانی دونوں وحی ہیں۔ قراءت الفاظ کی کی جاتی ہے جبکہ معانی کو متن قرآن کے حوالے سے سمجھا جاتا ہے۔ لفظ قرآن قرء سے اسم مبالغہ ہے جس کا معنی ہے وہ کتاب جسے بہت زیادہ پڑھا جائے یا بار بار پڑھا جائے۔ تلاوتِ قرآن وہ عظیم سعادت ہے جس کی فضیلت خود قرآن میں جا بجا بیان ہوئی ہے۔ متعدد آیات میں قرآن پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے:

۱۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o(۱)

''(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا o''

۲۔ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ o(۲)

''پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے o''

۳۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا o(۳)

''اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں o''

۴۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ۔(۴)

''(اے حبیبِ مکرم!) آپ وہ کتاب پڑھ کر سنائیے جو آپ کی طرف (بذریعہ) وحی بھیجی گئی ہے۔''

تلاوتِ قرآن چہارگانہ فرائضِ نبوت میں سے ایک ہے۔ اس کی ایک بہت

(۱) العلق، ۹۶: ۱

(۲) العلق، ۹۶: ۳

(۳) المزمّل، ۷۳: ۴

(۴) العنکبوت، ۲۹: ۴۵

بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ دل پر اثر انداز ہو کر انسان کی دل کی دنیا میں انقلاب بپا کر دیتی ہے۔ اگر قرآن حکیم کی تلاوت تفکر و تدبر کے ساتھ کی جائے تو انسان اس کے مفاہیم و مطالب تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

تلاوتِ قرآن کی فضیلت و اہمیت کا بیان چند آیاتِ کریمہ کی روشنی میں درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہے:

۱۔ تلاوتِ قرآن فریضۂ نبوت ہے

قرآن حکیم حضور رحمت عالم ﷺ پر تمام بنی نوع انسان کی طرف الوہی پیغامِ ہدایت کے طور پر اتارا گیا۔ آپ ﷺ کے فرائضِ نبوت میں یہ شامل کر دیا گیا کہ آپ ﷺ عالم انسانی کو تلاوتِ آیات کے ذریعے اس پیغامِ خداوندی سے آگاہ کریں۔ آپ ﷺ کے فریضۂ تلاوتِ آیات کو دیگر فرائضِ نبوت کے ساتھ درج ذیل آیاتِ کریمہ میں بیان کیا گیا:

۱۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo(۱)

”اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہےo“

۲۔ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَo(۲)

(۱) البقرة، ۲: ۱۲۹

(۲) البقره، ۲: ۱۵۱

’’اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تم ہی میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھےo‘‘

۳۔ لَقَدْ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍo(۱)

’’بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (ﷺ) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھےo‘‘

۲۔ حقِ تلاوت ادا کرنے والوں کو اُلوہی عنایات کی نوید

قرآن حکیم ان بندوں کا ذکر بطور خاص فرماتا ہے جو کتاب اللہ کو اس کے تمام تر آداب اور حقوق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔(۲)

’’وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔‘‘

تلاوت قرآن کا حق کماحقہ ادا کرنے والے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نوازشات وعنایات ہوتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) آل عمران، ۳: ۱۶۴

(۲) البقرۃ، ۲: ۱۲۱

۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ o لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ o(۱)

’’بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں، پوشیدہ بھی اور ظاہر بھی، اور ایسی (اُخروی) تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی خسارے میں نہیں ہوگیo تاکہ اللہ ان کا اجر انہیں پورا پورا عطا فرمائے اور اپنے فضل سے انہیں مزید نوازے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا ہی شکر قبول فرمانے والا ہےo‘‘

۳۔ تلاوتِ قرآن کا اثر

قرآن حکیم نے تلاوت قرآن سے مستفیض ہونے والے لوگوں پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ تلاوت قرآن کو غور سے سنتے، سمجھتے اور پھر اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں، انہیں یہ خوشخبری سنائی جائے:

۱۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ o الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدٰھُمُ اللهُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ o(۲)

’’پس آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئےo جو لوگ بات کو غور سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہتر پہلو کی اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیںo‘‘

(۱) فاطر، ۳۵: ۲۹، ۳۰

(۲) الزمر، ۳۹: ۱۷، ۱۸

۲۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔[1]

’’اور (یہی وجہ ہے کہ ان میں سے بعض سچے عیسائی) جب اس (قرآن) کو سنتے ہیں جو رسول (ﷺ) کی طرف اتارا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں کو اشک ریز دیکھتے ہیں۔‘‘

حضرت وہیب بن ورد علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ’’ہم نے ان احادیث اور مواعظ میں غور کیا تو قرآن حکیم کی قراءت اس کی سمجھ اور تدبر سے بڑھ کر کسی چیز کو دلوں کو نرم کرنے والا اور غم کو لانے والا نہیں پایا۔ اس طرح قرآن حکیم سے متاثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس کی صفت سے موصوف ہو جائے۔‘‘[2]

۳۔ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَھُمْ کَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِھِمْ ج خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَo[3]

’’اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو (یوں) بلند کر دیا جیسا کہ وہ (ایک) سائبان ہو اور وہ (یہ) گمان کرنے لگے کہ ان پر گرنے والا ہے۔ (سو ہم نے ان سے فرمایا، ڈرو نہیں بلکہ) تم وہ (کتاب) مضبوطی سے (عملاً) تھامے رکھو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے اور ان (احکام) کو (خوب) یاد رکھو جو اس میں (مذکور) ہیں تاکہ تم (عذاب سے) بچ جاؤo‘‘

۴۔ وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَo[4]

’’اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریںo‘‘

(۱) المائدۃ، ۵: ۸۳

(۲) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۲۱۴

(۳) الاعراف، ۷: ۱۷۱

(۴) البقرۃ، ۲: ۲۲۱

اَحادیثِ نبوی ﷺ میں تلاوتِ قرآن کی فضیلت

تلاوتِ قرآن کی اہمیت وفضیلت اورافادیت کا بیان بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا حضور نبی اکرم ﷺ صاحب قرآن ہیں۔اور تلاوت قرآن آپ ﷺ کے فرائض نبوت کا اہم حصہ تھا۔ جبریل امین ہر رمضان المبارک میں آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے۔آقائے کائنات ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن پڑھنے کی ترغیب کے ساتھ اس میں غور وفکر کی تلقین فرماتے۔آپ ﷺ اپنی زبان حق ترجمان سے قرآن کی جو تفسیر بیان فرماتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے۔وہ اسی نبوی تفسیر کی روشنی میں قرآن کا مطالعہ کرتے اور آیات ربانی میں غور وفکر کرتے۔ان کی تلاوت قرآن اور محبت قرآن کا یہ عالم تھا کہ ہزارہا صحابہ کرام حفاظِ قرآن بن گئے۔اس تاریخی پس منظر سے حدیث نبوی ﷺ میں قراءت وتلاوت قرآن کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔فضائل قرآن پر بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں، ان میں سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

۱۔ تلاوتِ قرآن افضل ترین عبادت ہے

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، عبادت کی مختلف صورتیں ہیں۔ ہر صورت کا اپنا رنگ اور ذوق ہے۔ ہر ایک کی اپنی فضیلت ہے۔ تلاوتِ قرآن افضل ترین عبادت میں سے ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَفْضَلُ عِبَادَةِ أُمَّتِي قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ۔(۱)

”میری امت کی سب سے افضل عبادت تلاوتِ قرآن ہے۔“

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۳۵۴، رقم: ۲۰۲۲

۲۔ ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں

تلاوتِ قرآن کے اجر و ثواب کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لَا أَقُوْلُ آلٓمّ حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ، حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ۔(۱)

’’جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے اس کے عوض ایک نیکی ہے اور ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے۔ میں نہیں کہتا الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔‘‘

۳۔ تلاوتِ قرآن سے سکینہ کا نزول

تلاوتِ قرآن کی برکت سے سکینہ نازل ہوتی ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے قریب ہی ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا، اتنے میں ایک بادل اس پر سایہ فگن ہو گیا، وہ بادل قریب ہوتا گیا اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ جب صبح ہوئی وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ سکینہ تھی جو تلاوتِ قرآن کے باعث اتری تھی۔‘‘(۲)

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب فضائل القرآن، باب ما جاء فیمن قرأ حرفًا من القرآن، ۵:۳۳، رقم: ۲۹۱۰

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب فضل سورۃ الکہف، ۴:۱۹۱۴، رقم: ۴۷۲۴

سکینہ سے مراد اللہ کی عطا کردہ وہ رحمت و طمانیت ہے جو قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنے والے کے دل پر نازل ہوتی ہے اور وہ سکون محسوس کرتا ہے۔

۴۔ تلاوتِ قرآن سے فرشتوں کا نزول

فرشتے تلاوتِ قرآن سننے کے لئے زمین پر اترتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ رات کے وقت سورۃ البقرۃ پڑھ رہے تھے اور نزدیک ہی ان کا گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں گھوڑا بدکنے لگا۔ وہ خاموش ہو گئے تو وہ بھی رک گیا، وہ دوبارہ پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ وہ پھر خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی ٹھہر گیا۔ جب تیسری بار پڑھنے پر بھی گھوڑا بدکا تو وہ رک گئے کیونکہ ان کا صاحبزادہ یحییٰ گھوڑے کے قریب (سویا ہوا) تھا اور انہیں ڈر ہوا کہ گھوڑا اپنے سموں سے اسے کچل نہ دے۔ جب وہ لڑکے کو ہٹا چکے تو آسمان کی جانب دیکھا لیکن انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ صبح کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن حضیر! پڑھو۔ اے ابن حضیر! پڑھو۔ وہ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ یحییٰ کو نہ کچل دے جو قریب ہی سویا ہوا تھا۔ لہٰذا میں نے سر اٹھا کر دیکھا اور اس کے پاس جا کر اسے ہٹایا۔ پھر میں نے آسمان کی جانب نگاہ اٹھائی تو ایک چھتری جیسی چیز دیکھی جس میں چراغ کی مانند کوئی چیز روشن تھی۔ جب میں باہر نکلا تو کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ فرمایا تم جانتے ہو وہ کیا چیز تھی؟ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ فرشتے تھے۔ اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو وہ بھی صبح تک اس طرح رہتے اور لوگ بھی واضح طور پر ان کا مشاہدہ کرتے۔‘‘(۱)

------ ۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب صلاۃ المسافرین و قصرھا، باب نزول السکینۃ لقراءۃ القرآن، ۱: ۵۴۷، رقم: ۷۹۵

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب نزول السَّكِينَةِ وَالملائكِة عِنْدَ قِرَاءَةِ القرآن، ۴: ۱۹۱۶، رقم: ۴۷۳۰

۵۔ قرآن پڑھنے والے کا جنت میں اِعزاز و اِکرام

روزِ قیامت قرآنِ حکیم کی کثرت سے تلاوت کرنے اور اس کے معانی سمجھنے والوں کو عزت و شرف کے تاج اور لباس سے آراستہ کیا جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ جنت کے بلند درجوں میں چڑھتے چلے جائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

يُقَالُ يَعْنِي لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ: اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنْزِلَتَکَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُ بِهَا۔[۱]

’’قرآن پڑھنے والے سے (جنت میں) کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور جنت میں منزل بہ منزل اوپر چڑھتا جا اور یوں ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسے دنیا میں پڑھتا تھا، تیرا ٹھکانہ جنت میں وہاں پر ہو گا جہاں تو آخری آیت کی تلاوت ختم کرے گا۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’روزِ قیامت صاحبِ قرآن (قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والا) آئے گا تو قرآن کہے گا: اے رب! اسے زیور پہنا، تو حاملِ قرآن کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر کہے گا: اے میرے رب! اسے اور بھی پہنا، تو اسے عزت و بزرگی کا لباس پہنایا جائے گا۔ پھر قرآن کہے گا: اے میرے مولا! اب تو اس سے راضی ہو جا (اس کی تمام خطائیں معاف فرما دے) تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: قرآن پڑھتا جا اور (جنت کے زینے) چڑھتا جا، اور ہر آیت کے بدلے میں اس کی نیکی بڑھتی جائے گی۔‘‘[۲]

---

(۱) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء فیمن قرأ حرفًا من القرآن ماله من الأجر، ۵: ۳۶، رقم: ۲۹۱۴

(۲) ۱۔ ترمذي، الجامع الصحیح، أبواب فضائل القرآن عن رسول الله ﷺ، ←

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جس نے قرآن پاک پڑھا اور اس پر عمل بھی کیا اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی اس دنیا میں لوگوں کے گھروں میں چمکنے والے سورج کی روشنی سے زیادہ تابناک اور حسین ہو گی۔ تو اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے خود اس پر عمل کیا؟ (یعنی اس کے ماں باپ کو تو تاج پہنایا جائے گا اور اس کا اپنا مقام کیا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے)۔‘‘(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جنت کے درجات قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہیں۔ پس جنت میں داخل ہونے والوں میں سے کوئی ایک بھی درجہ میں قرآن پڑھنے والے سے اوپر والے درجہ میں نہیں ہوگا۔‘‘(۲)

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ محبّ قرآن کو جنت میں انبیاء کے درجہ میں ان کی سنگت نصیب ہوگی۔

------ باب ما جاء فیمن قرأ حرفًا من القرآن ماله من الأجر، ۵: ۱۷۶، رقم: ۲۹۱۵

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۷۳۸، رقم: ۲۰۲۹

(۱) ۱۔ أبو داود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب: فی ثواب قرأۃ القرآن، ۱: ۵۴۰، رقم: ۱۴۵۳

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۷۵۶، رقم: ۲۰۸۵

(۲) ۱۔ ابن أبی شیبۃ، المصنف، ۶: ۱۲۰، رقم: ۲۹۹۵۲

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۳۴۷، رقم: ۱۹۹۸

٦۔ روزِ محشر قرآن حکیم کا شفاعت کرنا

روزِ قیامت تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرنے والوں اور اس کے معانی سمجھنے والوں کی شفاعت قرآن حکیم خود فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن صیامِ رمضان اور قرآن دونوں بندہ کے لیے شفاعت کریں گے۔ صیامِ رمضان کہیں گے: اے میرے رب! ہم نے اس شخص کو دن کے وقت کھانے (پینے) اور (دوسری) نفسانی خواہشات سے روکے رکھا پس تو اس شخص کے متعلق ہماری شفاعت قبول فرما۔ اور قرآن فرمائے گا: اے میرے رب! میں نے اس شخص کو رات کے وقت جگائے رکھا پس اس کے متعلق میری شفاعت کو قبول فرما۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پس ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔''(۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اقْرَءُوْا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ نِعْمَ الشَّفِيعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(۲)

''(اے لوگو!) قرآن پڑھو۔ بیشک قرآن قیامت کے روز نہایت ہی اچھا شفاعت کرنے والا ہے۔''

۷۔ قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کا دسترخوان ہے

بلاتشبیہ و مثال جس طرح اس دنیا میں کسی دولت مند شخص کا دسترخوان انواع و اقسام کی اعلیٰ ترین اشیاء کا ضامن ہوتا ہے، اسی طرح قرآن حکیم جو بلاشبہ اس مالک حقیقی

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۱۷۴، رقم: ٦٦٢٦
۲۔ حاکم، المستدرك، ۱: ۷۴۰، رقم: ۲۰۳٦

(۲) ۱۔ دارمي، السنن، ۲: ۳۰۹، رقم: ۳۳۱۴
۲۔ قضاعي، مسند الشهاب، ۲: ۲۵۷، رقم: ۱۳۱۰

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا دسترخوان ہے اور علم و فہم، تفکر و تذکر، تصفیہ و تزکیہ، تقویٰ وطہارت، اخلاص و للّٰہیت کے علاوہ بھی نجانے کتنے ہی نوالہ ہائے روح پرور اپنے باطن میں سمیٹے ہوئے ہے اور جن کا کلی و حقیقی اظہار یوم آخر کے اجر افزا لمحات میں ہی ہوگا۔ پس جو اس دسترخوان میں شامل ہوگیا وہ امن پا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ هَذَا الْقُرآنَ مَأْدُبَةُ اللهِ، فَمَنْ دَخَلَ فِيهِ فَهُوَ آمِنٌ۔ (۱)

''بیشک یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا دسترخوان ہے پس جو اس دسترخوان میں شامل ہوگیا اسے امن نصیب ہوگیا۔''

حضرت عبد اللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''بیشک یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا دسترخوان (عطیہ و نعمت) ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اس کی دعوت قبول کرو۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی رسی، چمکتا دمکتا نور اور (ہر روگ و پریشانی کا) نفع بخش علاج ہے جو اس پر عمل کرے اس کے لئے باعثِ حفاظت اور جو اس کی پیروی کرے اس کے لئے باعثِ نجات ہے۔ یہ جھکتا نہیں کہ اس کو کھڑا کرنا پڑے۔ ٹیڑھا نہیں ہوتا کہ سیدھا کرنا پڑے۔ اس کے عجائب (رموز و اسرار، نکات و حکم) کبھی ختم نہ ہوں گے اور بار بار کثرت سے پڑھتے رہنے سے بھی سیر نہیں ہوتا (یعنی اس سے دل نہیں بھرتا) اس کی تلاوت کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کی تلاوت پر تمہیں ہر حرف کے عوض دس نیکیوں کا اجر عطا فرماتا ہے۔ یاد رکھو! میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (گویا صرف الٓمٓ پڑھنے سے ہی تیس نیکیاں مل جاتی ہیں)۔'' (۲)

(۱) ۱۔ دارمي، السنن، ۲: ۵۲۶، رقم: ۳۳۲۵

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹: ۱۲۹، رقم: ۸۶۴۲

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۷۴۱، رقم: ۲۰۴۰

←

۸۔ قرآن حکیم پڑھنے والے کو بن مانگے عطا کیا جانا

شب و روز قرآن سیکھنے اور سیکھانے میں مشغول رہنے والوں کو اللہ رب العزت بن مانگے عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’اللہ رب العزت فرماتا ہے جس شخص کو قرآن اور میرا ذکر اتنا مشغول کر دے کہ وہ مجھ سے کچھ مانگ بھی نہ سکے تو میں اسے مانگنے والوں سے بھی زیادہ عطا فرما دیتا ہوں اور تمام کلاموں پر اللہ تعالیٰ کے کلام (قرآن حکیم) کی فضیلت اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر (فضیلت ہے)۔‘‘(۱)

۹۔ قرآن پڑھنے والوں کا فرماں بردار بندوں میں شمار

تلاوت قرآن وہ نیک عمل ہے کہ جس پر بندے کا شمار اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں میں ہونے لگتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص ان (پانچ وقت کی) فرض نمازوں کی حفاظت کرے وہ غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جس نے رات کو ایک سو آیات تلاوت کی وہ (اللہ تعالیٰ کے) فرمانبردار بندوں میں لکھا جائے گا۔‘‘(۲)

------ ۲۔ دارمي، السنن، ۲: ۵۱۰، رقم: ۳۳۱۸

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، أبواب فضائل القرآن عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، باب ما جاء کیف کانت قراءة النبيّ صلی الله علیه وآله وسلم، ۵: ۴۵، رقم: ۲۹۲۶

۲۔ دارمی، السنن، ۲: ۵۱۷، رقم: ۳۳۵۹

(۲) ۱۔ ابن خزیمة، الصحیح، ۲: ۱۸۰، رقم: ۱۱۴۲

۲۔ حاکم، المستدرک، ۱: ۴۵۲، رقم: ۱۱۶۰

۱۰۔ تلاوتِ قرآن سینے کا نور اور آخرت میں نیکیوں کا ذخیرہ

تلاوت قرآن سے انسان کا سینہ نور سے معمور ہو جاتا ہے اور وہ اپنی اخروی فلاح کے لئے نیکیوں کا ذخیرہ جمع کر لیتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: ’’یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہی سارے معاملے کی اصل ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کچھ مزید وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْکَ بِتِـلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَذِکْرِ اللهِ، فَإِنَّهُ نُورٌ لَکَ فِي الْأَرْضِ، وَذُخْرٌ لَکَ فِي السَّمَاءِ۔ (۱)

(اے ابوذر!) تلاوتِ قرآن ضرور کیا کرو کہ یہ زمین میں تمہارے لئے نور اور آسمانوں میں تمہارے لئے (نیکیوں کا) ذخیرہ ہوگا۔‘‘

۱۱۔ تلاوتِ قرآن سے مکان و مکین پر خیر و برکت کا نزول

جس گھر میں تلاوت قرآنِ حکیم کی جائے وہ گھر امتیازی شان کا حامل ٹھہرتا ہے۔ اس میں ہر قسم کی خیر و برکت کا نزول ہونے لگتا ہے۔ اس میں وسعت اور کشائش آ جاتی ہے۔ حضرت حفص بن عنان الحنفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ’’بے شک گھر میں قرآن کے پڑھے جانے سے وہ گھر اپنے مکین کے لئے کشادہ ہو جاتا ہے اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور شیاطین اس کو چھوڑ جاتے ہیں اور اس کے لئے خیر (کا ذخیرہ) بہت زیادہ ہو جاتا ہے، اور بیشک وہ گھر جس میں قرآن نہیں پڑھا جاتا وہ اپنے مکین کے لیے تنگ ہو جاتا ہے، فرشتے اس کو چھوڑ

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۲: ۷۸، رقم: ۳۶۱
۲۔ طبراني، المعجم الکبیر، ۲: ۱۵۷، رقم: ۱۶۵۱

جاتے ہیں اور اس میں شیاطین حاضر ہوتے ہیں اور اس گھر میں خیر (و برکت) کم ہوجاتی ہے۔"(۱)

۱۲۔ تلاوتِ قرآن قیامت کی سختیوں سے نجات کا وسیلہ ہے

قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والے بندے قیامت کے دن کی سختیوں سے محفوظ و مامون رہیں گے۔ حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: "ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: تین اشخاص ہیں جنہیں (قیامت کی) بڑی گھبراہٹ بھی خوف زدہ نہ کر سکے گی اور نہ انہیں حساب و کتاب میں دشواری ہوگی وہ مخلوق کے حساب وکتاب سے فارغ ہونے تک مُشک (خوشبو) کے ٹیلوں پر آرام کرتے رہیں گے۔ پہلا وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قرآن پڑھا اور کسی قوم کی امامت کی جبکہ مقتدی لوگ اس سے خوش ہوں۔ دوسرا وہ جو صرف رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کو پانچ وقت کی نمازوں کی دعوت دیتا ہو اور تیسرا وہ غلام ہے جو اپنے پروردگار کے معاملات بھی درست رکھے (عبادت کرتا رہے) اور اپنے آقا کے کام بھی خوش اسلوبی سے انجام دے۔"(۲)

تلاوتِ قرآن اور سلف صالحین کے اقوال و معمولات

۱۔ حضرت قاضی فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: "قرآن حکیم کے حافظ اور عالم کو چاہیئے کہ وہ کسی کے سامنے حاجت پیش نہ کرے، نہ حکمرانوں کے سامنے اور نہ ان سے کم درجے کے لوگوں کے سامنے، بلکہ لوگوں کو اس کا حاجت مند ہونا چاہیئے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ قرآن حکیم کا حافظ و عامل (اور عالم) اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے لہٰذا اسے لہو و لعب میں مشغول

(۱) دارمي، السنن، ۲: ۳۰۸، رقم: ۳۳۱۲

(۲) بیهقي، شعب الإیمان، ۲: ۳۴۸، رقم: ۲۰۰۲

ہونے والے کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے، نہ وہ بھولنے والوں کے ساتھ اور نہ فضول کام والوں کے ساتھ شامل ہو۔ یعنی قرآنِ حکیم کی تعظیم کا حق ادا کرتے ہوئے اسے ان لوگوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔‘‘(۱)

۲۔ حضرت سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ’’اگر میں ایک آیت پڑھوں اور چار رات اس میں رہوں، پانچ رات ذکر کرتا رہوں اور جب تک میں فکر کو منقطع نہ کروں اس سے آگے نہ بڑھ سکوں۔‘‘(۲)

ایک اور مقام پر حضرت ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

’’قرآن حکیم کے وہ حامل جو قرآن حکیم پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں۔ دوزخ کے فرشتے بت پرستوں کی نسبت ان کو جلدی پکڑیں گے۔‘‘(۳)

۳۔ حضرت ثابت بنانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ’’میں نے بیس برس تک قرآن میں مشقت اٹھائی اور بیس برس تک اس کی حلاوت پائی۔‘‘(۴)

دوسرے مقام پر آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

’’میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے قرآن حکیم پڑھ رہا ہوں۔ جب میں فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تلاوت تھی اور گریہ کہاں ہے؟‘‘(۵)

---

(۱) غزالی، إحیاء علوم الدّین، ۱: ۲۸۲
(۲) أبو طالب، قوت القلوب، ۱: ۱۰۵
(۳) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۲۷۴
(۴) أبوطالب مکی، قوت القلوب، ۱۰۵
(۵) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۱۰۰

۴۔ حضرت مجاہد علیہ الرحمۃ سے کسی نے پوچھا کہ دو آدمیوں نے قیام کیا، دونوں کے قیام کی مدت ایک جیسی ہے۔ ایک نے اس مدت میں صرف سورۃ البقرۃ پڑھی اور دوسرے نے سارا قرآن حکیم ختم کر دیا۔ تو دونوں کے ثواب کا فرق کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ''دونوں کا ثواب برابر ہے اس لئے کہ دونوں کی مدتِ تلاوت ایک ہی ہے۔''(۱)

۵۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''جب انسان قرآن حکیم پڑھتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے بوسہ دیتا ہے۔''(۲)

۶۔ بعض بزرگوں نے فرمایا: ''کوئی بندہ ایک سورت (پڑھنا) شروع کرتا ہے تو فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے اور کوئی بندہ سورت شروع کرتا ہے تو اس کے فارغ ہونے تک فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ یہ کیسے؟ فرمایا: جب وہ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے تو فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں ورنہ (معاملہ اس کے برعکس ہو تو) اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔''(۳)

۷۔ ایک بزرگ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ چھ ماہ تک سورۃ ہود کی بار بار تلاوت کرتے رہے اور اس میں غور و فکر سے فارغ نہ ہوئے۔(۴)

۸۔ حضرت محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''جس تک قرآن حکیم پہنچ گیا گویا اس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا جب کوئی شخص اس بات پر قادر ہو جائے تو اسے چاہئے قرآن حکیم پڑھنے ہی کو اپنا عمل قرار نہ دے بلکہ اس طرح پڑھے

(۱) أبو طالب، قوت القلوب، ۱: ۹۷
(۲) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۲۷۴
(۳) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۲۷۵
(۴) غزالی، إحیاء علوم الدین، ۱: ۲۸۲

جس طرح کوئی غلام اپنے مالک کے خط کو پڑھتا ہے تا کہ جو اس نے اس کو لکھا ہے وہ اس میں غور وفکر کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔‘‘(۱)

۹۔ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے: ’’اے اہل قرآن! قرآن حکیم نے تمہارے دلوں (کی کھیتی) میں کیا بویا ہے بیشک قرآن حکیم مومن کے حق میں بہار ہے جیسے بارش زمین کے لئے بہار ہے۔‘‘(۲)

۱۰۔ حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ’’اللہ کی قسم! کوئی بندہ جو تلاوت کلام کے ساتھ صبح نہیں کرتا کہ اس کا غم زیادہ اور خوشی کم ہو جاتی ہے۔ اس کا رونا زیادہ اور ہنسنا کم ہوتا ہے۔اس کی تھکاوٹ اور مشغولیت زیادہ اور راحت اور فراغت کم ہو جاتی ہے۔‘‘(۳)

۱۱۔ حضرت یوسف بن اسباط علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ’’میں قرآن حکیم پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن جب اس کے مضامین کو پڑھتا ہوں تو عذاب سے ڈر کر تسبیح و استغفار میں مشغول ہو جاتا ہوں۔‘‘(۴)

۱۲۔ ایک مرتبہ امام جعفر رضی اللہ عنہ پر نماز میں ایسی حالت طارق ہوئی کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب افاقہ ہوا تو حاضرین نے اس سلسلے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ’’میں ایک آیت کو بار بار اپنے دل پر پڑھتا رہا حتی کہ میں نے اسے متکلم (اللہ تعالیٰ) سے سنا تو میرا جسم اس کی قدرت کا معائنہ کرنے کا متحمل نہ ہو سکا۔‘‘(۵)

---

(۱) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۸۵
(۲) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۸۵
(۳) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۸۵
(۴) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۸۶
(۵) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۸۷

ہر آیت کو سمجھ سمجھ کر پڑھنا چاہئے۔ اس لئے کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کے افعال، انبیاء علیھم السلام کے واقعات و قصص، ان کی تکذیب کرنے والوں کی مذمت اور ان کی ہلاکت و تباہی اور جنت و دوزخ کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اس طرح سمجھ کر پڑھنے سے ایمان و عمل میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔

تلاوتِ قرآن سے اِیصالِ ثواب

امام سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ’’شرح الصدور‘‘ میں تلاوتِ قرآن سے ایصال ثواب کے متعلق بعض اقوال نقل کرتے ہیں:

۱۔ خلال علیہ الرحمۃ نے جامع میں شعبی سے روایت کیا کہ جب انصار کا کوئی مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر آتے جاتے اور قرآن پڑھتے۔

۲۔ ابو محمد سمرقندی علیہ الرحمۃ نے سورہ اخلاص کے فضائل کے باب میں ذکر کیا کہ جس نے قبرستان سے گزرتے ہوئے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب مُردوں کو بخش دیا تو مردوں کی تعداد کے مطابق اسے اجر ملے گا۔

۳۔ قاضی ابوبکر بن عبدالباقی انصاری علیہ الرحمۃ نے سلمہ بن عبید سے روایت کیا: انہوں نے کہا کہ حماد مکی علیہ الرحمۃ نے بتایا کہ ایک رات میں مکہ کے قبرستان کی طرف چلا گیا اور ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا، تو دیکھا کہ قبروں والے حلقہ در حلقہ کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا قیامت قائم ہوگئی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، لیکن ہمارے ایک بھائی نے سورۂ اخلاص پڑھ کر ہم کو ثواب پہنچایا تو وہ ثواب ہم ایک سال سے تقسیم کر رہے ہیں۔[۱]

۴۔ ابوالحسن بن براء علیہ الرحمۃ نے روایت کیا: ابراہیم گورکن نے مجھے اطلاع دی کہ مجھے قبر کھودتے وقت ایک اینٹ ملی جب میں نے اسے سونگھا تو اس میں مشک

(۱) سیوطی، شرح الصدور: ۳۰۳، ۳۰۴

کی خوشبو آ رہی تھی۔ جب میں نے قبر کے اندر دیکھا تو ایک بوڑھا بیٹھا، قرآن پڑھ رہا تھا۔

۵۔ ابن رجب علیہ الرحمۃ نے اپنی سند سے بیان کیا: ابو الحسن سامری جو ایک متقی آدمی تھے اور سامرہ کے خطیب تھے۔ انہوں نے سامرہ کے قبرستان میں ایک قبر دکھاتے ہوئے کہا کہ ہم یہاں سے مسلسل سورہ تبارک اور الملک پڑھنے کی آواز سن رہے ہیں۔

۶۔ حافظ ابوبکر خطیب علیہ الرحمۃ نے اپنی سند سے روایت کیا کہ عیسیٰ بن محمد علیہ الرحمۃ نے کہا: میں نے ایک روز ابوبکر بن مجاہد علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا کہ وہ پڑھ رہے ہیں، میں نے کہا کہ آپ تو مردہ ہیں، کیسے پڑھ رہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں ہر نماز کے بعد اور ختم قرآن کے بعد دعا کرتا تھا کہ الٰہی! تو مجھے قبر میں تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمانا، اس لئے یہ پڑھتا ہوں۔

۷۔ خلال علیہ الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ مومن کو قبر میں ایک مصحف دیا جاتا ہے جسے وہ پڑھتا ہے۔

۸۔ حافظ ابو العلاء ہمدانی علیہ الرحمۃ کو ان کی وفات کے بعد کسی نے ایک ایسے شہر میں دیکھا کہ جس کے در و دیوار سب کتابوں کے بنے ہوئے ہیں۔ ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو وہ کہنے لگے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ جس طرح میں دنیا میں علم میں مصروف ہوں اسی طرح آخرت میں بھی مصروف رکھنا۔ تو اب یہ مصروفیت یہاں بھی مجھ کو مل گئی ہے۔[۱]

۹۔ ابن ابی الدنیا علیہ الرحمۃ نے یزید رقاشی علیہ الرحمۃ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ جب مومن انتقال کر جاتا ہے اور قرآن کا کچھ حصہ پڑھنے سے باقی رہ جاتا

(۱) سیوطی، شرح الصدور: ۱۸۹

ہے، تو اللہ تعالیٰ اس پر فرشتے مقرر فرما دیتا ہے کہ وہ قیامت تک قرآن یاد کرائیں تاکہ وہ قیامت کے دن مع اپنے اہل وعیال کے اٹھے۔

۱۰۔ ابن مندہ علیہ الرحمۃ نے عاصم سقطی علیہ الرحمۃ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بلخ میں ایک قبر کھودی تو اس میں ایک سوراخ تھا، اس میں سے جب دیکھا تو ایک شیخ جو سبزہ سے ڈھکا ہوا تھا تلاوتِ قرآن میں مصروف تھا۔

۱۲۔ ابن مندہ علیہ الرحمۃ نے ابو النضر علیہ الرحمۃ نیشاپوری سے روایت کیا یہ جو ایک متقی گورکن تھے میں نے ایک قبر کھودی، لیکن اس میں دوسری قبر کی طرف راستہ نکل آیا تو میں نے دیکھا کہ حسین وجمیل عمدہ کپڑے اور بہترین خوشبو والا جوان اس میں پالتی مارے بیٹھا ہے اور قرآن پڑھ رہا ہے۔ نوجوان نے میری طرف دیکھ کر کہا ''کیا قیامت برپا ہوگئی؟ میں نے کہا کہ نہیں، تو اس نے کہا کہ جہاں سے مٹی ہٹائی تھی وہیں رکھ دو۔ تو میں نے مٹی وہیں رکھ دی۔(۱)

تلاوتِ قرآن سے غیبی مشاہدات کا ظہور

سلفِ صالحین دورانِ تلاوت مشاہداتِ غیبی سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ایک سورت کی تلاوت شروع کرتے تو انہیں بعض ایسے مشاہدات ہوتے کہ ان میں کھو کر رہ جاتے اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی لیکن پھر بھی سیر نہ ہو پاتے۔

شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف ''قوت القلوب'' میں لکھتے ہیں: بندے کو چاہئے کہ وہ دورانِ تلاوتِ قرآن یہ مشاہدہ کرے کہ وہ کلام الٰہی کی تلاوت کے ذریعے اللہ عزوجل سے مخاطب ہے کیونکہ اللہ رب العزت اپنے کلام کا متکلم ہے اور اس کے کلام میں بندے کو کلام کا حق حاصل نہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ الرحمۃ کے سامنے درخت تھا مگر کلام کرنے والا اللہ عزوجل تھا۔ حضرت جعفر بن محمد صادق علیہ الرحمۃ کا قول نقل کرتے ہوئے شیخ

(۱) سیوطی، شرح الصدور: ۱۹۱

ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ایک بار حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ پر غشی طاری ہوگئی اور گر گئے، جب ہوش آیا تو اس کا سبب پوچھنے پر فرمایا: میں اپنے دل میں ایک آیت بار بار پڑھتا رہا، آخر میں نے اللہ رب العزت سے یہی آیت سنی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ کر میں اپنے جسم پر قابو نہ رکھ سکا۔(۱)

حضرت سلیمان بن ابی سلیمان دارانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''ابن ثوبان کے بھائی نے ان کے ہاں کھانا کھانے کا وعدہ کیا مگر انہوں نے دیر کر دی، دوسرے روز ان کے بھائی ملے تو ان سے پوچھا: آپ نے میرے پاس کھانا کھانے کا وعدہ کیا تھا مگر آپ نے وعدہ پورا نہیں کیا انہوں نے فرمایا واقعہ یہ ہوا کہ میں نے آپ کے پاس آنے سے پہلے ہی نماز عشاء پڑھنے کا ارادہ کر لیا کہ کیا خبر کب موت آجائے۔ جب میں وتر کی دعا کرنے لگا تو میرے سامنے ایک سبز باغ آ گیا۔ اس میں طرح طرح کے پھول پھلواریاں تھیں میں انہیں دیکھتا رہا آخر صبح ہوگئی۔''(۲)

ایسے بندوں کے ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَاتَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْاِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔(۳)

''آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے

(۱) أبوطالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۱۰۰

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۹۸

(۳) المجادلة، ۵۸: ۲۲

دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور داد) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے۔‘‘

بعض سلف کی عادت تھی کہ جب تلاوت کرتے اور دل حاضر نہ ہوتا تو اس حصہ کو دوبارہ پڑھتے اور جب تسبیح کا ذکر پڑھتے یا تکبیر کا ذکر پڑھتے تو سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور اگر دعا اور استغفار کا ذکر پڑھتے تو دعا اور استغفار کرتے اور اگر کسی خوفناک یا امید کا ذکر پڑھتے تو خوف سے پناہ مانگتے اور نعمت کا سوال کرتے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے:

يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔[1]

’’وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہوئے تلاوت کرتے ہیں۔‘‘[2]

مشاہدات میں رکاوٹ کے اَسباب

جس بندے میں درج ذیل خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت بھی نہ پائی جائے اسے قرآن کا وہ فہم نصیب نہیں ہوسکتا جس کے ذریعے مشاہدہ کی دولت حاصل ہو جائے اور ملکوت کا کشف حاصل ہو سکے۔

۱۔ معمولی سی بدعت کا مرتکب ہو۔

۲۔ گناہ پر اصرار کرنے والا ہو۔

۳۔ متکبر ہو۔

(۱) البقرہ، ۲: ۱۲۱

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۹۹

۴۔ دنیا سے محبت کرنے والا ہو۔

۵۔ جس کا علم ذاتی علم تک محدود ہو۔

یعنی ایسا بندہ جو ظاہر حروف کا اتباع کرے اور مفسر کے قول کو نہ دیکھے بلکہ اپنے علم ظاہری پر ہی اکتفا کرے۔

۶۔ جو اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے والا ہو۔ (۱)

تلاوتِ قرآن کے آداب

حضور نبی اکرم ﷺ نے ادب و احترام اور اخلاص و محبت کے ساتھ شب و روز قرآن کی تلاوت کا حکم فرمایا ہے۔ تلاوتِ قرآن سے قبل اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ تلاوت کے آداب درج ذیل ہیں:

۱۔ طہارت و پاکیزگی

قرآنِ حکیم کو چھونے سے قبل باوضو ہونا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَo (۲)

’’اس کو پاک (طہارت والے) لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے گاo‘‘

جس طرح قرآن حکیم کی ظاہری جلد اور اوراق کو انسانی جسم کے ظاہر سے حالت طہارت کے علاوہ عدم طہارت سے محفوظ رکھا گیا ہے اس طرح اس کے معانی کا باطن بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے پردے میں رکھا گیا ہے۔ البتہ وہی دل اس تک پہنچ سکتا ہے جو ہر قسم کی آلائشوں سے پاک اور تعظیم و توقیر کے نور سے منور ہو۔

(۱) أبوطالب مکی، قوت القلوب، ۱:۹۶

(۲) الواقعہ، ۵۶: ۷۹

۲۔ ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا

قرآن حکیم کا ایک ادب یہ ہے کہ اسے محبت و اخلاص، ذوق و شوق اور گریہ و زاری سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ اس سے مطالبِ قرآن تک رسائی کے علاوہ اجر و ثواب میں بھی اضافہ ہوگا۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًاo(۱)

''اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریںo''

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے دو آدمیوں کے متعلق پوچھا گیا کہ ان میں سے کون افضل ہے، ان میں سے ایک شخص نے ایک رکعت میں سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھی اور دوسرے نے ایک رکعت میں صرف سورۃ بقرہ پڑھی، جبکہ ان کی بقیہ نماز یعنی انکا قیام، رکوع اور سجود سب برابر تھے؟ انہوں نے فرمایا: وہ شخص افضل ہے جس نے صرف سورۃ بقرہ پڑھی کیونکہ اس نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔(۲)

حضرت ابوحمزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا:

''میں قرآن حکیم (اتنی) تیزی سے پڑھتا ہوں کہ تین راتوں میں قرآنِ حکیم ختم کر لیتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: اگر میں سورہ بقرہ ایک رات میں پڑھوں اور اس میں غور و فکر کروں اور ترتیل سے اس کی تلاوت کروں تو اس طرح کا پڑھنا میرے نزدیک تمہارے پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔''(۳)

www.MinhajBooks.com

(۱) المزمل، ۷۳: ۴

(۲) ابن أبی شیبة، المصنف، ۶: ۱۴۱، رقم: ۳۰۱۵۹

(۳) بیہقی، السنن الکبری، ۲: ۳۹۶، رقم: ۳۸۶۶

۳۔ خوش آوازی سے قرآن پڑھنا

خوش آوازی اور سنوار کر پڑھنا آدابِ تلاوت میں سے ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔ (۱)

''قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔''

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَلّٰهُ أَشَدُّ أَذَنًا إِلَى الرَّجُلِ الْحَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَرُ بِهِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهِ۔ (۲)

''اللہ تعالیٰ اس بندے کی آواز کو جو خوبصورت آواز میں قرآن پڑھتا ہے، اس مالک سے بھی زیادہ محبت سے سنتا ہے جو اپنی خوبصورت آواز والی کنیز (کے گانے) کی آواز سنتا ہو۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اگر تم مجھے کل رات دیکھتے جب میں تمہارا قرآن پڑھنا سن رہا تھا (تو بہت

---

(۱) ۱۔ ابن ماجة، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب في حسن الصوت بالقرآن، ۲: ۱۴۸، رقم: ۱۳۴۲

۲۔ أبوداود، السنن، كتاب الصلاة، باب استحباب الترتيل في القراءة، ۱: ۵۴۶، رقم: ۱۴۶۸

(۲) ابن ماجة، السنن، كتاب إقامة الصّلاة والسنّة فيها، باب في حسن الصّوت بالقرآن، ۲: ۱۴۷، رقم: ۱۳۴۰

خوش ہوتے) بیشک تمہیں آلِ داؤد کی خوش الحانی سے حصہ ملا ہے۔‘‘(۱)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم جو آدمی بھی قرآن پر ایمان رکھتا ہے جب وہ صبحِ دم اس کی تلاوت کرتا ہے تو اس کا غم بڑھ جاتا ہے اور فرحت کم ہو جاتی ہے زیادہ روتا ہے اور کم ہنستا ہے اس کی مشقت اور مصروفیت بڑھ جاتی ہے اور اس کا آرام اور بے کاری کم ہو جاتی ہے۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ۔(۳)

’’وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن حکیم کو نغمگی والی خوبصورت (مترنم) آواز کے ساتھ نہیں پڑھتا۔‘‘

حضرت عبداللہ بن ابی یزید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ’’میں نے ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابو محمد رضی اللہ عنہ! تمہاری کیا رائے ہے، اگر کسی کی آواز اچھی نہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ’’وہ جہاں تک ممکن ہو خوبصورت آواز میں پڑھنے کی کوشش کرے۔‘‘(۴)

عبد الرزاق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ حِلْيَةٌ وَحِلْيَةُ الْقُرْآنِ الصَّوْتُ الْحَسَنُ۔(۵)

---

(۱) دارمی، السنن، ۲: ۳۳۹، رقم: ۳۴۹۵

(۲) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۱۰۰

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب التّوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وأسرّوا قولکم أو اجهروا به، ۶: ۲۷۳۷، رقم: ۷۰۸۹

(۴) أبوداود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب استحباب الترتیل في القراءۃ، ۱: ۵۴۶، رقم: ۱۴۷۱

(۵) عبد الرزاق، المصنف، ۲: ۴۸۴، رقم: ۴۱۷۳

’’ہر چیز کا ایک زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور اچھی آواز ہے۔‘‘

جس طرح آرائش و زیبائش اور زیورات سے عورتوں کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خوش آوازی بھی قرأت کا حسن بڑھا دیتی ہے۔ اس روایت میں بھی خوش آوازی سے قرآن پڑھنے کی فضیلت اور ترغیب ثابت ہوتی ہے۔ بعض روایات میں مقاماتِ عذاب پر غم و حزن کے ساتھ قرآن پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۴۔ قرآن کی تعظیم و توقیر کرنا

تلاوت کے وقت قرآنِ حکیم کی عظمت و رفعت کا خیال اپنے اوپر حاوی کر لینا اور اس بات کا یقین رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا عظیم فضل و کرم ہے کہ اس نے عرش معلّٰی سے مخلوق کے دلوں میں اپنے کلام کا جلوہ نازل فرما دیا ہے اور اس پر نظر و فکر کرنا کہ اللہ رب العزت کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے اپنے اس کلام کے معانی کو اپنی مخلوق کے دماغوں میں جگہ دی۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف ’’قوت القلوب‘‘ میں ایک قول نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا جب آپ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو کیا آپ کے دل میں کسی چیز کا خیال آتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میرے لئے قرآن سے بھی زیادہ محبوب چیز کیا ہو سکتی ہے جس کا میرے دل میں خیال آئے جبکہ قرآن ایک قوی اور متمکن ہونے والی صفت ہے۔‘‘(۱)

سلفِ صالحین میں سے بعض کی عادت تھی کہ جب تلاوت کرتے اور دل حاضر نہ ہوتا تو اس حصہ کو دوبارہ پڑھتے اور جب تسبیح کا ذکر پڑھتے یا تکبیر کا ذکر پڑھتے تو سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہتے اور اگر دعا اور استغفار کا ذکر پڑھتے تو دعا کرتے اور استغفار کرتے اور اگر کسی خوف اور امید والی چیز کا ذکر پڑھتے تو خوف سے پناہ مانگتے اور نعمت کا سوال کرتے یہاں تک کہ وہ تلاوت کا حق ادا کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) أبو طالب مکی، قوت القلوب، ۱: ۹۸

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔[1]

’’(ایسے لوگ بھی ہیں) جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔‘‘

حضور نبی اکرم ﷺ کے بارے میں روایات میں ہے کہ وہ اس کی کما حقہ شان کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے۔

۵۔ دورانِ تلاوت گریہ وزاری اور رِقتِ قلب

تلاوت قرآن کا ایک اہم ادب یہ ہے کہ پڑھنے والے کے دل پر رقت طاری ہو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ دوران تلاوت اہل گریہ پر مختلف کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ خوف سے روتے ہیں اور کچھ خوشی و مسرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر آنسو بہاتے ہیں۔ گریہ کی کل تین اقسام ہیں:

۱۔ گریۂ خوف ۲۔ گریۂ شوق ۳۔ گریہ سرور

مریدوں کا گریہ شوق اور خوف پر مبنی ہے۔ اولیاء اللہ کا گریہ اللہ کی نعمتوں اور احسانات پر مبنی ہے۔ عارفِ کامل کا مشاہدہ حق پر مبنی ہے اور اہلِ حقیقت کا گریہ کشف و مشاہدہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا خاص مقام ہے۔ یہ اہل گریہ کے روحانی تصورات و کیفیات ہیں۔ گریہ زاری کی تمام اقسام میں سب سے اعلیٰ درجہ گریۂ سرور کا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص طویل سفر کے بعد اپنے اہل و عیال کے پاس آئے اور بے انتہا خوشی سے اپنے اہل و عیال کو دیکھ کر خوشی کے آنسو بہانے لگے۔ گریہ و زاری کا ایک اور درجہ بھی ہے جو نادر البیان ہے کیونکہ اسے آسانی سے نہیں سمجھا جاسکتا اسے صرف وہی شخص معلوم کرسکتا ہے جو اس مقام تک پہنچ جائے یا اس پر بہت غور و فکر کرے یہ گریۂ وجدان ہے جو گریۂ سرور سے مختلف ہے اور حق الیقین کے بعض مقامات پر نمودار ہوتا ہے۔

(۱) البقرة، ۲: ۱۲۱

دنیا میں حق الیقین کے چند مقامات ایسے ہیں جہاں گریۂ وجدان پایا جاتا ہے کیونکہ حادث اور قدیم کے اختلاف و تصادم کی وجہ سے حادث کی طرف سے خدائے رحمان کے سطوت و عظمت اور رعب و جلال سے آنسوؤں کا بہاؤ ہوتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مختلف اجرام کے تصادم سے بادلوں سے پانی قطرات کی صورت ٹپکنے لگے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو فنا کر کے مکروہاتِ دنیا سے آزاد ہو کر انوار و تجلیات میں مستغرق ہو جاتا ہے پھر ترقی کر کے مقام بقاء پر پہنچ جاتا ہے اس مقام پر اگر اس کی ہستی لوٹ آئے تو اس کے ساتھ گریہ و زاری کی اقسام بھی لوٹ آتی ہیں یعنی جیسی صورت حال ہو ویسی ہی خوف و شوق کی کیفیت بھی ہوتی ہے۔ گریہ و زاری کے سلسلے میں رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب قرآن کریم کی تلاوت سنتے تو آپ ﷺ کی چشمان مقدسہ اشک بار ہو جاتیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا:

”مجھے قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں آپ کو کیا پڑھ کر سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ میں اسے دوسروں سے سنوں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے سورہ نساء کی تلاوت کی یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا: ﴿فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيدًا﴾ (۱) ”پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب ﷺ!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔“ تو مجھ سے فرمایا: رک جاؤ، جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی چشمانِ مقدسہ سے آنسو رواں تھے۔“(۲)

---

(۱) النساء، ۴: ۴۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب البکاء عند قراءة القرآن، ۴: ۱۹۲۷، رقم: ۴۷۶۸

←

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں:

''میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ اقدس سے رونے کی آواز اس طرح آرہی تھی جیسے چکی کے چلنے کی آواز ہوتی ہے۔''(۱)

حضرت عبید ابن عمیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں جو حیران کن بات دیکھی اس کے بارے میں مجھے بتایئے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کچھ دیر خاموش رہیں۔ پھر فرمایا ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور وضو کیا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی پھر فرماتی ہیں کہ اشک فشانی یہاں تک بڑھی کہ زمین بھی تر ہوگئی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز فجر کی اطلاع دینے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ رو رہے ہیں حالانکہ (آپ کے توسل سے تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کردیئے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں (اپنے رب کا) شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ پھر فرمایا:

لَقَدْ نَزَلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ آيَةٌ، وَيْلٌ لِمَنْ قَرأَها ولم يَتفَكَّرْ فِيهَا۔

''آج رات مجھ پر ایک آیت نازل ہوئی ہے: اس شخص کے لئے بربادی ہے جس نے اسے پڑھا اور اس میں غور وفکر نہ کیا۔''

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل استماع القرآن و طلب القرائة من حافظه للإستماع، ۱: ۵۵۱، رقم: ۸۰۰

(۱) أبو داؤد، السنن، كتاب الصّلوة، باب البكاء في الصّلاة، ۱:۳۴۳، رقم: ۹۰۴

وہ آیت یہ ہے:

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ......۔(۱)

’’بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں......۔‘‘

آپ ﷺ نے آخر تک مکمل آیت تلاوت کی۔(۲)

قرآنِ حکیم میں زجر و وعید کے بیان سے آہ و بکا کی کیفیت طاری ہو جانی چاہیے۔ کیونکہ تلاوت کی حالت میں بندے کا دھیان دنیا و مافیہا سے کٹ کر تلاوت میں ہی لگا رہتا ہے۔ اس طرح وہ کلام اللہ میں غور و فکر کرتا ہے۔ اس حالت میں ممکن ہے کہ اس کے دل پر معانی کا گزر ہو اور یہ رونا اور غم اس کے دل کو غیر اللہ کی محبت سے پاک و صاف کر دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهٰرُ۔(۳)

’’بیشک پتھروں میں (تو) بعض ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔‘‘(۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تلاوت کرتے تو ان پر حالتِ گریہ غالب آجاتی اور ان کی آواز دورانِ تلاوت بلند ہو جاتی اور ان پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ روتے روتے ان کی چیخ نکل جاتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’جب میں سنِ شعور کو پہنچی تو میں نے اپنے والدین کو اسی دین (اسلام) کا پابند دیکھا اور حضور نبی اکرم ﷺ ہر روز صبح و شام بلا تاخیر ہمارے گھر تشریف لاتے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے

(۱) البقرة، ۲: ۱۶۴

(۲) إبن حبان، الصحيح، ۲: ۳۸۶، رقم: ۶۲۰

(۳) البقرة، ۲: ۷۴

(۴) أبوطالب مكى، قوت القلوب، ۱: ۹۹، ۱۰۰

صحن میں مسجد بنالی، وہ اسی میں نماز پڑھا کرتے اور اسی میں تلاوت فرماتے۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے کھڑے ہوکر ان کی طرف دیکھتے اور تعجب کا اظہار کرتے۔ جب وہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تو گریہ و زاری سے ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا اور انہیں اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رہتا۔ ان کا (اس سوز سے) قرآن حکیم پڑھنا قریش کے مشرک سرداروں کو مضطرب کر دیتا۔‘‘(۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوران تلاوت اتنا روتے کہ آپ رضی اللہ عنہ بیہوش ہو جاتے، یہاں تک کہ لوگ آپ کی عیادت کو آنے لگتے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

’’حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اوراد و وظائف میں کسی آیت کی تلاوت کرتے جو آپ کو خوفزدہ کر دیتی تو آپ رضی اللہ عنہ اتنا روتے اور آہ و بکا کا وہ عالم ہوتا کہ گر پڑتے اور ایک یا دو دن گھر میں پڑے رہتے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی جاتی اور لوگ آپ کو مریض گمان کرتے۔‘‘(۲)

حضرت عبد اللہ بن شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ’’میں نے صبح کی نماز میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی اور میں اس وقت آخری صف میں (آپ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں) نماز ادا کر رہا تھا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ سورہ یوسف کی آیت - ﴿إِنَّمَآ أَشْكُوْ بَثِّي وَحُزْنِيٓ إِلَى اللهِ﴾(۳) ’’بے شک میں اپنے دکھ اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں‘‘ - تلاوت فرما رہے تھے۔(۴)

---

(۱) بخاری، الصحیح، أبواب المساجد، باب المسجد یکون في الطریق من غیر ضرر بالناس، ۱: ۱۸۱، رقم: ۴۶۴

(۲) ۱۔ ابن أبی شیبة، المصنف، ۷: ۹۵، رقم: ۳۴۴۵۷

۲۔ بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۳۶۴، رقم: ۲۰۵۶

(۳) یوسف، ۱۲: ۸۶

(۴) بخاری، الصحیح، کتاب صفة الصلاة، باب إذا بکی الإمام في الصلاة، ۱: ۲۵۲

۶۔ خود کو مخاطبِ قرآن سمجھ کر تلاوت کرنا

یہ اس صورت میں ہی ممکن ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والا خود کو قرآن کا مخاطب سمجھے یعنی اگر امر و نہی کا ارشاد سنے تو سمجھے کہ حکم مجھے ہوا ہے اور مجھے ہی منع کیا گیا ہے اسی طرح اگر وعدہ، وعید کا بیان سنے تو اپنے آپ کو اس کا مصداق جانے اور اگر پہلے لوگوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے سنے تو جان لے کہ ان قصوں کا مقصود عبرت حاصل کرنا ہے اور ان قرآنی قصوں میں جو کچھ اپنی حاجت کی بات ہو اس کو اختیار کرلینا چاہئے کیونکہ قرآن حکیم کے جتنے حصے ہیں ان کے مضامین میں حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے فائدہ رکھا گیا ہے۔ قرآن سے متاثر ہونے سے یہ مراد ہے کہ جس طرح آیات مختلف مضامین لے کر وارد ہوئی ہیں اسی طرح دل میں مختلف کیفیات پیدا ہوں اور جس مضمون کو حزن و خوف اور امید سے مختص سمجھے اسی حالت اور کیفیت سے دل معمور ہوتا جائے۔

جو قرآنِ حکیم کے مضامین کو بالکل سمجھ کر نہیں پڑھتا وہ یہ جان لے کہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جن کا ذکر درج ذیل آیت میں کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْهُم مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْکَ ج حَتّٰى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِکَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا قف اُولٰٓئِکَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ ○[1]

”اور ان میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو آپ کی طرف (دل اور دھیان لگائے بغیر) صرف کان لگائے سنتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ آپ کی بارگاہ سے نکل کر (باہر) جاتے ہیں تو ان لوگوں سے پوچھتے ہیں جنہیں علم (نافع) عطا کیا گیا ہے کہ ابھی انہوں نے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے) کیا

(۱) محمد، ۴۷: ۱۶

فرمایا تھا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں○‘‘

۷۔ قرآنِ حکیم میں غور و فکر اور تدبر کرنا

تلاوتِ قرآن کا بنیادی مقصد اس کے مضامین میں غور و فکر اور تدبر کر کے اس کے صحیح معانی و مطالب اور مفاہیم تک رسائی ہے۔ اللہ ﷻ نے کثرت کے ساتھ قرآن میں غور و فکر اور تدبر کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔ (۱)

’’تو کیا وہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے۔‘‘

تدبر کے معنی کسی چیز کے انجام اور نتیجے پر غور کرنے کے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ قرآن حکیم کے رموز و اسرار فکر و تدبر کے بغیر نہیں کھلتے۔ فہم قرآن کی نعمت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب قرآن حکیم کو سمجھنے اور اس کے منشاء کو جاننے کی کوشش کی جائے۔ قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا صحیفہ بنا کر اتارا ہے اور ہر انسان کے اندر طلبِ ہدایت کا داعیہ ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اگر اسی داعیہ کے تحت اللہ کا بندہ قرآن حکیم کی طرف متوجہ ہو تو اسے فہمِ قرآن کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَهْدِيْ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ○ (۲)

’’اسے اپنی جانب رہنمائی فرما دیتا ہے○‘‘

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

---

(۱) النساء، ۴: ۸۲

(۲) الرعد، ۱۳: ۲۷

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوَی۔ (۱)

’’بیشک اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔‘‘

قرآن کے مخاطبین اوّل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ قرآن حکیم کی تلاوت ہمیشہ تدبر و تفکر کے ساتھ کرتے تھے۔ محض تبرک کے طور پر الفاظ کی تلاوت کرنا اور قرآن کے معانی کی طرف دھیان نہ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شیوہ نہیں تھا۔ قرآن حکیم کو تفکر و تدبر کے ساتھ پڑھنے سے متعلق کثیر روایات میں سے چندایک درج ذیل ہیں:

۱۔ امام مسلم علیه الرحمة حضرت ابو وائل علیه الرحمة سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا: ’’میں ایک مفصل سورت ایک رکعت میں پڑھتا ہوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو جس طرح شعر پڑھے جاتے ہیں۔ بیشک کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔لیکن یاد رکھو! قرآن حکیم جب دل و دماغ میں راسخ و پختہ ہو جائے تب ہی نفع دیتا ہے۔‘‘(۲)

۲۔ محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’بے شک مجھے إذا زُلْزِلَتْ اور القارعة پڑھنا اور ان کو بار بار دہرانا اور ان میں غور و فکر کرنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں قرآن حکیم کو عجلت اور تیزی سے پڑھتے ہوئے رات گزاروں۔‘‘(۳)

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب بَدء الوَحي، باب کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ إِلَی رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۱: ۳، رقم: ۱

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب ترتیل القراءة، ۱: ۵۶۳، رقم: ۸۲۲

(۳) ابن أبي شیبة، المصنف، ۲: ۲۵۶، رقم: ۸۷۳۲

۳۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں:

’’مجھے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابن عباس! جب تم قرآن پڑھو تو اس کو ٹھہر ٹھہر کر اور الفاظ و حروف کو خوب واضح کر کے پڑھا کرو اس کو ردی کھجور کے بکھیرنے کی طرح نہ بکھیر دیا کرو اور نہ ہی جلدی سے شعر گوئی کی طرح پڑھا کرو۔ اس کے عجائبات میں توقف کیا کرو اور اس کے ذریعے اپنے دلوں کو حرکت دیا کرو اور تم میں سے کسی کا بھی ارادہ صرف آخری سورت تک پہنچنے کا نہیں ہونا چاہئے کہ قرآن جلد ختم ہو جائے بلکہ اس کو غور و فکر اور تدبر کے ساتھ پڑھا کرو۔‘‘(۱)

۴۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’حضور نبی اکرم ﷺ نے نماز کے لئے قیام فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ایک ہی آیت (کی بار بار تلاوت) کرتے ہوئے صبح ہو گئی۔ وہ آیت یہ تھی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ج وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُo(۲)

’’اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے (ہی) بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہےo‘‘(۳)

عصرِ حاضر میں امتِ مسلمہ کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ غور و فکر اور تدبر و تفکر سے قرآن کی تلاوت کا معمول نہ رہا اور نہ ہی اس کی تعلیمات کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کا عمل برقرار ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن تھوڑا

(۱) ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۱۴۱، رقم: ۳۰۱۵۸

(۲) المائدة، ۵: ۱۱۸

(۳) نسائی، السنن، كتاب الإفتتاح، باب ترديد الآية، ۲: ۱۲۷، رقم: ۱۰۱۰

مگر ڈوب کر، تدبر کے ساتھ اور علم کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر پڑھا جائے۔ وہ مقامات جہاں رموز و اسرار ہوں وہاں رک رک کر اور سمجھ کر پڑھا جائے حتی کہ ہر آیت کا معنی و مفہوم مکمل طور پر سمجھ آ جائے۔

امام غزالی علیہ الرحمۃ ایک عارف کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''میں ہر ہفتہ میں ایک قرآن ختم کرتا ہوں اور ایک ختم ہر مہینے میں اور ایک ختم ایسا ہے کہ جس کو سال بھر میں ختم کرتا ہوں اور ایک تلاوت ایسی بھی ہے کہ جس کو تین سال سے سمجھ کر پڑھنا شروع کر رکھا ہے اور ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔''(۱)

حافظِ قرآن کی فضیلت

حافظِ قرآن کی فضیلت کے باب میں متعدد احادیث مذکور ہیں،ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے قرآن حکیم پڑھا اور اسے حفظ کرلیا اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھا، اللہ تعالیٰ اس (قرأت و علم قرآن) کی بدولت اسے جنت میں داخل کردے گا اور اس کے خاندان کے دس ایسے افراد کے حق میں (بھی) اس کی شفاعت قبول کرے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہوچکی ہوگی۔''(۲)

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أشراف أمتي حملة القرآن و أصحاب الليل۔(۳)

---

(۱) غزالی، اسلام، ۱: ۲۵

(۲) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل قارئ القرآن، ۵: ۲۸، رقم: ۲۹۰۵

(۳) بیہقی، شعب الإیمان، ۳: ۱۷۱، رقم: ۳۲۴۷

’’میری امت کے معزز ترین لوگ حفاظ قرآن اور قیام اللیل کرنے والے ہیں۔‘‘

۴۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن لحامل القرآن دعوة مستجابة۔ (۱)

’’حافظِ قرآن مقبول الدعا ہوتا ہے۔‘‘

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَظْهَرَهُ شُفِّعَ فِي عَشَرَةٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ قَدْ وَجَبَتْ لَهُمُ النَّارُ۔ (۲)

’’جو شخص قرآن حکیم اس طرح سیکھے کہ اس کو زبانی یاد کرے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا اور اس کی شفاعت اس کے خاندان کے ایسے اشخاص کے حق میں قبول کرے گا جن سب کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہو گی۔‘‘

سماعِ قرآن کی فضیلت

دورانِ تلاوتِ قرآن حکیم کو خاموشی اور توجہ سے سننے کا حکم آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ○ (۳)

’’اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم

(۱) بیہقی، شعب الإیمان، ۲: ۴۰۶، رقم: ۲۲۱۲

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۴۹، رقم: ۱۲۶۸

(۳) الاعراف، ۷: ۲۰۴

پر رحم کیا جائےo‘‘

انسان جب بیدار دل سے قرآن حکیم سنتا ہے، اپنے دھیان کو اس کی طرف مرکوز کرتا ہے تو اس کی روح میں ایسی ہل چل بپا ہوتی ہے جس سے جسمانی قالب کا دائرہ اس کے لئے تنگ ہو جاتا ہے۔ دل میں ایک عجیب طرح کا اضطراب و بے قراری پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ وہ تمام کیفیات ہیں جنہیں صاحبِ حال محسوس کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اِذَا ذُكِرَ اللهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَ إِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَo(۱)

’’ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلامِ محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں (اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے)o‘‘

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ج فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ج فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَo(۲)

’’اور (اے حبیب!) جب ہم نے جنّات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو قرآن غور سے سنتے تھے، پھر جب وہ وہاں (یعنی بارگاہِ نبوت میں)

(۱) الأنفال، ۸: ۲

(۲) الأحقاف، ۴۶: ۲۹

حاضر ہوئے تو انہوں نے (آپس میں) کہا: خاموش رہو، پھر جب (پڑھنا) ختم ہوگیا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے والے (یعنی داعی اِلی الحق) بن کر واپس گئے٥‘‘

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے:

ذَكِّرْنَا رَبَّنَا، يَا أَبَا مُوسَى فَيَقْرَأُ عِنْدَهُ۔(۱)

’’اے ابو موسیٰ! ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ تو وہ ان کے پاس (بیٹھ جاتے اور) انہیں تلاوتِ قرآن سناتے۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى كُتِبَ لَهُ حَسَنَةٌ مُضَاعَفَةٌ، وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔(۲)

’’جو کتاب اللہ کی ایک آیت پوری توجہ کے ساتھ سنے، اس کے لئے ایک ایسی نیکی لکھ دی جاتی ہے جو کئی گنا بڑھنے والی ہوتی ہے اور جو آیت کی تلاوت کرے وہ آیت اس کے لئے قیامت کے دن نور بن جائے گی۔‘‘

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

مَنِ اسْتَمَعَ إِلَى آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا۔(۳)

’’جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت بھی غور سے سنی تو یہ آیت اس کے لئے بمنزلہ نور کے ہوگی۔‘‘

(۱) دارمی، السنن، ۲: ۳۳۹، رقم: ۳۴۹۶

(۲) أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۴۱، رقم: ۸۴۷۵

(۳) دارمی، السنن، ۲: ۳۱۹، رقم: ۳۳۷۰

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایمان سماعِ قرآن کی بدولت تھا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی قرآن کو سن کر ایمان لائے۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انتہائی سختیوں کے باوجود ایک شخص کو بھی اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے تو آخرکار مجبور ہو کر خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر لیا اور تلوار سونت کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چل دیئے۔ راستے میں اتفاقاً حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے۔ انہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تیور دیکھ کر پوچھا: عمر رضی اللہ عنہ خیر تو ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ کرنے جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہارے بہن اور بہنوئی ایمان لا چکے ہیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فوراً واپس پلٹے اور جب اپنی بہن کے گھر پہنچے تو وہ قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیات پڑھ رہی تھیں۔

طٰهٰ ○ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی ○ اِلَّا تَذْکِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰی ○(۱)

”طٰہٰ (حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں) ○ (اے محبوبِ مکرّم!) ہم نے آپ پر قرآن (اس لئے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں ○ مگر (اسے) اس شخص کے لئے نصیحت (بنا کر اتارا) ہے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے ○“

یہ آیت سنتے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دل قرآن کی اثر پذیری سے مبہوت ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ سن کر بہن چپ ہو گئیں اور قرآن کے اجزا چھپا لئے لیکن قرآن کی آواز ان کے کانوں میں پڑ چکی تھی آپ رضی اللہ عنہ نے بہن سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی؟ وہ بولی: کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا میں سن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہو گئے ہو، یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریبان ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے جسم لہولہان

(۱) طٰہٰ، ۲۰: ۱۔۳

ہوگئے لیکن اسلام کی محبت پر اس مار کا کچھ اثر نہ ہوا۔ ان کی بہن بولی: اے عمر! جو بن پائے کرلو لیکن اسلام اب ہمارے دل سے نہیں نکل سکتا۔ ان الفاظ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دل پر گہرا اثر کیا انہوں نے بہن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا تو اس کے جسم سے خون جاری تھا۔ یہ دیکھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جن کے دل کی حالت سوزِ قرآن سے ہی دگرگوں تھی مرعوب ہو گئے اور فرمایا: تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی سناؤ۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے قرآن کے اجزاء سامنے رکھ دیئے۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آستانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچ کر دستک دی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تردد ہوا، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا آنے دو، مخلصانہ آیا ہے تو بہتر، ورنہ اس کی تلوار سے اس کا سر قلم کردوں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قدم اندر رکھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر ان کا دامن پکڑ کر فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ! کس ارادے سے آئے ہو۔ نبوت کی پرجلال آواز نے ان کو کپکپا دیا۔ نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا: ایمان لانے کے لئے، اس پر سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پُر جوش نعرہ لگایا جس کی صدا سے مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ (۱)

اقبالؒ نے اس منظر کو اپنے ایک شعر میں فاروقِ اعظمؓ کی ہمشیرہ سے مخاطب ہوکر یوں بیان کیا:

نمی دانی کہ سوزِ قرات تو
دگرگوں کرد تقدیر عمر را

(تو نہیں جانتی کہ تیری قراءت کے سوز نے عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان کی تقدیر بدل کے رکھ دی۔)

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن سے پہاڑ جیسے دل تھرتھرا اٹھتے ہیں اور روحوں کی ویران کھیتیوں میں بہار آجاتی ہے۔ مسلمان تو مسلمان کافر بھی اس کلامِ الٰہی کو سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۱) ابن اسحاق، السیرۃ النبویۃ: ۲۲۰۔۲۲۵

ایک جگہ جمع ہو کر قرآن پڑھنے کی فضیلت

جو لوگ کسی ایک جگہ جمع ہو کر یا مسجد میں اکٹھے بیٹھ کر قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے اور سنتے ہیں یا سیکھتے سکھاتے ہیں تو اللہ رب العزت ان پر اپنی بارگاہ سے سکون نازل فرماتا ہے۔ رحمتیں سائبان بن کر ان کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ فرشتے جمع ہو کر انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرشِ معلّٰی پر فرشتوں کی مجلس میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص طالبِ علم کے لئے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور جب بھی لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں (مسجدوں) میں سے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہوتے ہیں۔ کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں اسے سیکھتے سکھاتے ہیں تو ان لوگوں پر سکون واطمینان نازل ہوتا ہے، رحمتِ الٰہی انہیں اپنی آغوش میں ڈھانپ لیتی ہے۔ فرشتے پر باندھ کر ان پر چھائے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ملاءِ اعلی کے فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے اور جس شخص کے اعمال اس کو پیچھے کر دیں اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔''(۱)

''حضرت ابوعوانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ رمضان المبارک میں (لوگوں کو) قرآنِ حکیم پڑھا رہے تھے۔''(۲)

(۱) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والإستغفار، باب فضل الإجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ۴: ۲۰۷۴، رقم: ۲۶۹۹
۲۔ أبوداود، السنن، کتاب: الصلاۃ، باب: في ثواب قراءۃ القرآن، ۱: ۵۴۱، رقم: ۱۴۵۵

(۲) ابن جعد، المسند، ۱: ۱۶۰، رقم: ۱۰۲۴

قرآنِ حکیم بھول جانے پر وعید

دلوں کی آبادی ایمان اور تلاوتِ قرآن سے ہوتی ہے۔ جو دل قرآن سے خالی ہو وہ ایک ویران گھر کی طرح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الَّذِي لَيْسَ فِي جَوفِهِ شَيْءٌ مِنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ۔(۱)

”وہ شخص جس کے دل میں قرآن حکیم کا کچھ حصہ بھی نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔“

قرآن پڑھنے اور یاد کرنے کا جتنا عظیم اجر وثواب ہے، قرآن کو یاد کرنے کے بعد بھول جانے کا گناہ اور وبال بھی اسی قدر زیادہ ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنِ امْرِیءٍ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ يَنْسَاهُ إِلَّا لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَجْذَمَ۔(۲)

”جو شخص قرآن حکیم پڑھنا سیکھ لے پھر اسے بھلا دے تو وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ سے کوڑھی کی حالت میں ملاقات کرے گا۔“

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”بہت برا ہے کسی کا یہ کہنا کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا (وہ بھولا نہیں) بلکہ اسے بھلا دیا گیا۔ قرآن مجید کو سنتے سناتے رہا کرو کیونکہ لوگوں کے سینوں

(۱) ترمذی، الجامع الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فيمن قرأ حرفا من القرآن ماله من الأجر، ۵: ۳۵، رقم: ۲۹۱۳

(۲) أبوداؤد، السنن، كتاب الصلاة، باب التشديد فيمن حفظ القرآن ثم نسيه، ۱: ۵۴۷، رقم: ۱۴۷۴

www.MinhajBooks.com منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش

سے نکل جانے میں وہ رسی سے بندھے ہوئے جانوروں سے بھی زیادہ تیز ہے۔‘‘(۱)

حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

إن أصغر البيوت بيت ليس فيه من كتاب الله شيء۔(۲)

’’گھروں میں سب سے حقیر اور بے توقیر گھر وہ ہے جس میں اللہ کی کتاب (قرآن حکیم) میں سے کچھ بھی نہیں پڑھا جاتا۔‘‘

امام غزالی اپنی کتاب ’’إحياء علوم الدين‘‘ میں ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ’’تورات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندے کیا تجھے مجھ سے حیا نہیں آتی۔ تیرے کسی بھائی کا خط آتا ہے تو تو اسی وقت اسے پڑھتا ہے اور اس کے ایک ایک حرف پر غور کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑتا اور میری کتاب جو میں نے اتاری، دیکھ میں نے اس میں تیرے لیے کتنی باتیں تفصیل سے بیان کی ہیں اور کتنی باتوں کو تکرار سے بیان کیا تاکہ تو اس کے طول وعرض میں غور وفکر کرے لیکن تو اس سے منہ پھیرے ہوئے ہے، کیا میں تیرے نزدیک تیرے ان بھائیوں سے بھی گیا گزرا ہوں۔ اے میرے بندے! تیرے پاس بعض بھائی بیٹھے ہوں تو تو مکمل طور پر ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دلجمعی کے ساتھ اس کی باتوں کی طرف کان لگاتا ہے۔ مگر تو اپنے دل کو مجھ سے پھیرے ہوئے ہے کیا تو نے مجھے اپنے بعض بھائیوں سے بھی ہلکا سمجھ رکھا ہے۔‘‘(۳)

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب استذكار القرآن و تعاهده، ۴: ۱۹۲۱، رقم: ۴۷۴۴

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب فضائل القرآن وما يتعلق به، ۱: ۵۴۴، رقم: ۷۹۰

(۲) ۱۔ حاكم، المستدرك، ۱: ۷۵۵، رقم: ۲۰۸۰

۲۔ طبراني، المعجم الكبير، ۹: ۱۲۹، رقم: ۸۶۴۵

(۳) غزالی، إحياء علوم الدين، ۱: ۲۷۵

حفظ و تلاوت میں جو بندہ کا مقام و مرتبہ ہوگا اسی لحاظ سے اسے منصب واعزاز ملے گا کیونکہ یہ ایک بنیادی بات ہے کہ کتاب اللہ پر عمل کرنے والا، اس پر تدبر اور غور و فکر کرنے والا حافظ اس تلاوت کرنے والے سے افضل ہے جو عمل اور تدبر سے عاری ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوۡۤا اٰیٰتِہٖ وَ لِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ○[1]

’’یہ کتاب برکت والی ہے۔ جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ دانش مند لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں اور نصیحت حاصل کریں○‘‘

اس لئے بغیر تدبر اور غور وفکر کے محض تلاوت اور حفظ کی وہ حیثیت نہیں ہوسکتی جس پر جنت کے ان اونچے درجوں کا دار و مدار ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سمجھے اور غور کئے بغیر تلاوت کا کچھ ثواب نہیں بلکہ مقصود یہ باور کرانا ہے کہ تلاوت کا بھی عظیم ثواب ہے لیکن اس میں تدبر و تفکر شامل ہو جائے تو اس کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور تلاوت کرنے والے کو اس کے ثمرات و برکات دنیا و عقبیٰ میں حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) ص، ۳۸: ۲۹